ہفت روزہ

43

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

5 تا 11 نومبر 2013ء/ یکم تا 7 محرم الحرام 1435ھ

اس شمارے میں

فحاشی کی اشاعت

شیطان کے لشکری

دیکھ کے چل کہتے رہیں گے

فیس بک:
فوائد، نقصانات، احتیاطیں

ایم آئی ملالہ؟

علامہ اقبالؒ

تنظیم اسلامی کی دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

دین فطرت‘ دینِ قیم

اگر عالم بشریت کا مقصد اقوام انسانی کا امن‘ سلامتی اور ان کی موجودہ اجتماعی ہیئتوں کو بدل کر ایک واحد اجتماعی نظام بنانا قرار دیا جائے تو سوائے نظام اسلام کے کوئی اور اجتماعی نظام ذہن میں نہیں آ سکتا۔ کیونکہ جو کچھ قران مجید سے میری سمجھ میں آیا ہے‘ اس کی رو سے اسلام محض انسان کی اخلاقی اصلاح ہی کا داعی نہیں‘ بلکہ عالم بشریت کی اجتماعی زندگی میں ایک تدریجی مگر اساسی انقلاب بھی چاہتا ہے، جو اس کے قومی اور نسلی نقطۂ نگاہ کو یکسر بدل کر اس میں خالص انسانی ضمیر کی تخلیق کرے۔ تاریخ ادیان اس بات کی شاہد عادل ہے کہ قدیم زمانے میں ’دین‘ قومی تھا‘ جیسے مصریوں‘ یونانیوں اور ہندیوں کا۔ بعد میں نسلی قرار پایا جیسے یہودیوں کا۔ مسیحیت نے یہ تعلیم دی کہ دین انفرادی اور پرائیویٹ ہے۔ جس سے بدبخت یورپ میں یہ بحث پیدا ہوئی کہ دین چونکہ پرائیویٹ عقائد کا نام ہے، اس لئے انسانوں کی اجتماعی زندگی کی ضامن صرف ’اسٹیٹ‘ ہے۔

یہ اسلام ہی تھا جس نے بنی نوع انسان کو سب سے پہلے یہ پیغام دیا کہ دین نہ قومی ہے‘ نہ نسلی ہے‘ نہ انفرادی اور پرائیویٹ، بلکہ خالصۃً انسانی ہے۔ اور اس کا مقصد باوجود تمام فطری امتیازات کے عالم بشریت کو متحد و منظّم کرنا ہے۔ ایسا دستور العمل قوم اور نسل پر بنا نہیں کیا جا سکتا، نہ اس کو پرائیویٹ کہہ سکتے ہیں، بلکہ اس کو صرف معتقدات پر ہی مبنی کہا جا سکتا ہے۔ صرف یہی ایک طریق ہے جس سے عالم انسانی کی جذباتی زندگی اور اس کے افکار میں یک جہتی اور ہم آہنگی پیدا ہو سکتی ہے، جو ایک امت کی تشکیل اور اس کی بقا کے لئے ضروری ہے۔

امت مسلمہ‘ جس دین فطرت کی حامل ہے اس کا نام ’دین قیم‘ ہے۔ دین قیم کے الفاظ میں ایک عجیب و غریب لطیفۂ قرآنی مخفی ہے۔ اور وہ یہ کہ صرف دین ہی مقوّم ہے‘ اس گروہ کے امور معاشی اور معادی کا جو اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی اس نظام کے سپرد کر دے۔ بالفاظِ دیگر یہ کہ قرآن کی رُو سے حقیقی تمدنی زندگی یا سیاسی معنوں میں ’قوم‘ دین اسلام ہی سے ’تقویم‘ پاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن صاف صاف اس حقیقت کا اعلان کرتا ہے کہ کوئی دستور العمل جو غیر اسلامی ہو، نامقبول اور مردود ہے۔

ماخذ: مارچ 1938ء

تحریر: علامہ محمد اقبال

الھدیٰ (585)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سُوۡرَۃُ الۡحِجۡر

تمہیدی کلمات

اسلوب کے اعتبار سے سورۃ الحجر اپنے گروپ کی باقی تینوں سورتوں سے بالکل منفرد ہے' بالکل اسی طرح جس طرح پچھلے ذیلی گروپ میں سورۂ یوسف باقی دونوں سورتوں سے منفرد تھی۔ چنانچہ اس ذیلی گروپ کی پہلی دونوں سورتوں (الرعد اور ابراہیم) کا نہ صرف مزاج اور اسلوب ایک سا ہے بلکہ دونوں میں نسبتِ زوجیت بھی ہے' جبکہ سورۃ الحجر کا مزاج' انداز اور اسلوب ان دونوں سورتوں سے مختلف ہے۔

اسلوب میں ایک بنیادی فرق تو آیات کی طوالت کے سلسلے میں ہے۔ دوسری دونوں سورتوں کی آیات کے مقابلے میں سورۃ الحجر کی آیات نسبتاً چھوٹی ہیں۔ سورۃ الرعد کے چھ رکوع ہیں اور اس کی آیات ۴۳ ہیں۔ گویا اوسطاً ایک رکوع میں سات آیات ہیں۔ اسی طرح سورۂ ابراہیم کے سات رکوع ہیں اور اس کی ۵۲ آیات ہیں۔ یعنی اس کے ایک رکوع میں بھی اوسطاً تقریباً سات آیات ہی ہیں۔ اب جب ہم اس حوالے سے سورۃ الحجر کو دیکھتے ہیں تو اس کے چھ رکوع میں ۹۹ آیات ہیں۔ یعنی ایک رکوع میں اوسطاً ۱۶ آیات ہیں۔ آیات کے چھوٹے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس سورت کا اسلوب مکی دور کی ابتدائی سورتوں سے ملتا ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سورۃ الحجر ابتدائی چار سال میں نازل ہونے والی سورتوں میں سے ایک ہے۔

سورتوں کے اسلوب کے بارے میں ایک بنیادی نکتہ بہت اہم ہے کہ بالکل ابتدائی دور میں نازل ہونے والی سورتوں کی آیات چھوٹی اور رِدھم (rhythm) بہت تیز ہے۔ ان میں صوتی آہنگ اور غنائیت بھی بہت واضح ہے۔ جبکہ بعد میں نازل ہونے والی سورتوں کے مزاج اور اسلوب میں اس لحاظ سے ہمیں بتدریج تبدیلی نظر آتی ہے اور یہ تبدیلی مدنی دور میں جا کر اپنی انتہا کو پہنچ جاتی ہے جہاں آیات نسبتاً طویل ہیں اور ردھم بہت دھیما۔ چنانچہ مدنی دور میں آیت دَین' آیت الکرسی اور آیت البر جیسی غیر معمولی طوالت کی حامل آیات بھی ہیں جو ابتدائی دور کی بعض سورتوں سے بھی زیادہ طویل ہیں۔ سورتوں کے اس اسلوب کی مثال ایک ایسے دریا کی سی ہے جو پہاڑوں سے نکلتا ہے اور بتدریج سفر کرتے ہوئے میدانی علاقے میں پہنچتا ہے۔ پہاڑی علاقے میں اس کا بہاؤ بہت تیز اور پاٹ مختصر ہوتا ہے' لیکن میدانی علاقے میں آ کر اس کے بہاؤ میں ٹھہراؤ اور پاٹ میں وسعت آ جاتی ہے۔ جیسے دریائے سندھ' جو پہاڑی علاقوں سے گزرتے ہوئے ایک ندی کا منظر پیش کرتا ہے' میدانی علاقوں میں دریا خان وغیرہ کے قریب اس کا پانی میلوں میں پھیلا نظر آتا ہے۔

اس مثال کے مطابق ابتدائی دور کی سورتوں کا رِدھم تیز اور آیات محکم ہیں' ان کے مضامین میں جامعیت اور گہرائی زیادہ ہے' جبکہ بعد میں نازل ہونے والی سورتوں میں یہ مضامین بتدریج پھیلتے گئے ہیں اور پھر اس نسبت سے عبارت کا رِدھم بھی مدہم ہوتا گیا ہے۔ اس تدریجی تبدیلی کے حوالے سے دیکھیں تو مکی دور کی آخری سورتوں میں بھی ہمیں وہ رِدھم نمایاں محسوس نہیں ہوتا جو ابتدائی زمانے کی سورتوں' مثلاً سورۂ قٓ' سورۃ النجم' سورۃ الرحمٰن' سورۃ الواقعہ اور سورۃ الملک میں نظر آتا ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ ابتدائی دور میں نازل ہونے والی سورۃ الحجر کو مصحف کے وسط میں اور ایسی سورتوں کے درمیان میں کیوں رکھا گیا ہے جن کا زمانہ نزول بعد کا ہے' تو اس کا واضح اور حتمی جواب تو یہی ہے کہ اس معاملے کا تعلق توقیفی امور سے ہے اور اس کی اصل حکمت بھی اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ مگر اس سلسلے میں میری ایک اپنی رائے ہے جس کا اظہار کرنے کی جسارت کر رہا ہوں' اور وہ یہ کہ یہاں ایک جیسی مکی سورتوں کا ایک طویل سلسلہ ہے جو گیارہویں پارے سے شروع ہو کر اٹھارہویں پارے تک چلا گیا ہے۔ ان سورتوں میں ایک جیسے مضامین تکرار کے ساتھ آ رہے ہیں۔ چنانچہ اس یکسانیت کو ختم کرنے اور ایک طرح کا تنوع پیدا کرنے کے لیے ابتدائی دور کی ایک سورت کو یہاں پر رکھا گیا ہے۔ ورنہ مزاج اور اسلوب کے اعتبار سے سورۃ الحجر کی بہت زیادہ مشابہت سورۃ الشعراء کے ساتھ ہے۔ واللہ اعلم!

یہاں پر سورۃ الحجر کی ایک آیت کو تیرہویں پارے میں اور باقی سورت کو چودہویں پارے میں دیکھ کر پاروں کی تقسیم کی بنیاد اور اس کے طریق کار کے بارے میں بھی سوال اٹھتا ہے۔ اس سلسلے میں بنیادی طور پر یہ بات اہم ہے کہ یہ تقسیم صحابہؓ کے زمانے میں نہیں تھی' بلکہ بعد میں کی گئی' اور بغرضِ تلاوت قرآن مجید کو تیس برابر اجزاء میں تقسیم کر دیا گیا' تا کہ روزانہ ایک پارے کی تلاوت سے مہینے بھر میں قرآن ختم کر لیا جائے۔ بہر حال اس تقسیم میں کوئی خاص حکمت نظر نہیں آتی اور نہ ہی اس میں مضمون کے تسلسل کا خیال رکھا گیا ہے۔ اس تقسیم میں جا بجا سورتوں کی فصیلیں ٹوٹتی نظر آتی ہیں۔ کئی مقامات پر کسی سورۃ کی چند آیات ایک پارے میں اور باقی سورۃ اگلے پارے میں شامل کی گئی ہے۔ جیسے سورۂ ہود کی ابتدائی پانچ آیات گیارہویں پارے میں ہیں جبکہ باقی پوری سورت بارہویں پارے میں ہے۔ اس کے برعکس قرآن حکیم کی منازل کی تقسیم صحابہؓ کے دور میں ہوئی اور اس تقسیم میں بڑا حسن نظر آتا ہے۔

اداریہ

مرزا ایوب بیگ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تَشِیۡعَ الۡفَاحِشَۃ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيۡنَ يُحِبُّوۡنَ اَنۡ تَشِيۡعَ الۡفَاحِشَةُ فِى الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ۙ فِى الدُّنۡيَا
وَالۡاٰخِرَةِ ‌ؕ وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ وَاَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۹﴾ وَلَوۡلَا فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ وَرَحۡمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ
رَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۲۰﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّبِعُوۡا خُطُوٰتِ الشَّيۡطٰنِ‌ ؕ وَمَنۡ يَّتَّبِعۡ خُطُوٰتِ
الشَّيۡطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاۡمُرُ بِالۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡكَرِ‌ ؕ وَلَوۡلَا فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ وَرَحۡمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنۡكُمۡ
مِّنۡ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰـكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّىۡ مَنۡ يَّشَآءُ‌ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ ﴿۲۱﴾﴾

’’جولوگ چاہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں کے گروہ میں فحش پھیلے وہ دنیا اور آخرت میں دردناک سزا کے مستحق ہیں۔ اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ اگر اللہ کا فضل اور اس کا رحم و کرم تم پر نہ ہوتا اور یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ بڑا شفیق و رحیم ہے (تو یہ چیز جو ابھی تمہارے اندر پھیلائی گئی تھی بدترین نتائج دکھاتی) اے لوگو جو ایمان لائے ہو شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو۔ اس کی پیروی جو کرے گا تو وہ اسے فحش اور بدی ہی کا حکم دے گا۔ اگر اللہ کا فضل اور اس کا رحم و کرم تم پر نہ ہوتا تو تم میں سے کوئی شخص پاک نہ ہوتا۔ مگر اللہ جسے چاہتا ہے پاک کر دیتا ہے اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔‘‘

سطور بالا میں سورۃ النور کی آیات 19 تا 21 کا ترجمہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ سورۃ النور میں واقعۂ افک کے حوالے اور پس منظر میں یہ آیات نازل ہوئیں۔ اس سورۃ میں مسلمان عورتوں کے لیے پردہ کے احکام‘ مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے غض بصر اور فحاشی پھیلانے کے جرم میں دردناک عذاب کی وعید ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ بات بڑی صراحت کے ساتھ واضح کرتا ہے کہ اگر مسلمانوں پر اللہ کا خصوصی فضل نہ ہوتا اور وہ تمہارے حق میں رحیم و کریم نہ ہوتا تو تم میں سے بعض لوگ جو تشیع الفاحشہ (فحاشی پھیلانے) کے مرتکب ہوئے تھے دنیا میں بھی ان سب پر اس کے بدترین نتائج مرتب ہوتے۔ اگرچہ ہر گناہ کی ترغیب و تشویق تو شیطان اور انسانی نفس ہی کی طرف سے ہوتی ہے لیکن فحاشی اور بے حیائی پھیلانے کے حوالہ سے خاص طور پر یاد دلایا گیا کہ ایسا کرنا گویا عین شیطان کے نقش قدم پر چلنے والی بات ہے اور پھر یہ کہہ کر کمال توازن پیدا کر دیا کہ جو لوگ پاکیزگی کے دعوے دار ہوتے ہیں یہ ان کا کمال نہیں ہے بلکہ اللہ کا فضل اور اس کی چاہت ہے۔ یوں تو انسان کسی بھی گناہ سے اپنے تئیں بچ نہیں سکتا بلکہ اللہ کا فضل اور رحمت درکار ہوتی ہے‘ لیکن جنسی خواہش کی تکمیل انسان کو بعض اوقات بالکل اندھا کر دیتی ہے۔ مغرب کا ایک دانشور تو اسے بھوک سے زیادہ زور آور جبلت قرار دیتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ دشمنانِ اسلام خصوصاً یہودیوں کی ذہانت اور فطانت کو داد دینی پڑتی ہے کہ مسلمان معاشرے کو تباہ و برباد کرنے کے لیے اور اس کے سماجی نظام کا تیاپانچہ کرنے کے لیے انہوں نے جس چیز (یعنی عریانی اور فحاشی) کا انتخاب کیا ہے وہ صد فی صد ضرب کاری کی حیثیت رکھتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا فرمانِ مبارک ہے: ’’سابقہ نبوت کے کلام میں سے لوگوں نے جو باتیں پائی ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ جب تو حیا چھوڑ دے تو جو دل چاہے کر‘‘۔ مسلمانوں کا وہ طبقہ جو اس ذیل میں آتا ہے اور شرم و حیا کو دقیانوسی قرار دیتا ہے اور دجالی تہذیب میں غرق ہو چکا ہے‘ یہی طبقہ دانستہ یا نادانستہ طور پر ہمارے معاشرے میں فحاشی پھیلانے کا مرتکب ہو رہا ہے اور دشمنانِ اسلام شعوری یا غیر شعوری طور پر ایجنٹ کا رول ادا کر رہا ہے۔ بدقسمتی سے انہی لوگوں کا الیکٹرانک میڈیا پر غاصبانہ قبضہ ہے۔ ان کے لیے تو ہم دعا ہی کر سکتے ہیں کہ اللہ انہیں ہدایت دے۔ ہم چند گزارشات اس طبقہ کی خدمت میں عرض کریں گے جو شریف النفس ہے، جنہوں نے سماجی نظام کو کسی نہ کسی درجہ میں intect رکھا ہوا ہے۔

(1) اَوّلاً یہ کہ بے پردگی‘ بے حیائی اور عریانی کی طرف پہلا قدم ہوتا ہے اور غیر محسوس انداز میں انسان اس طرف بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اور یہ کتنی عجیب بات گھڑ لی گئی ہے کہ پردہ تو اصلاً آنکھوں کا ہوتا ہے‘ اگر آنکھوں میں حیا ہے اور انسان کی نیت صاف ہے تو بے پردگی سے کچھ نہیں بگڑتا۔ سوال یہ ہے کہ ازواجِ مطہرات سے زیادہ

تا خلافت کی بنا‘ دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان‘ نظامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

بانی: اقتدار احمد مرحوم

5 تا 11 نومبر 2013ء — جلد 22
یکم تا 7 محرم الحرام 1435ھ — شمارہ 43

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد‘ طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس‘ ریلوے روڈ‘ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے‘ علامہ اقبال روڈ‘ گڑھی شاہو لاہور-54000
فون:36316638-36366638 فیکس:36313131
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے‘ ماڈل ٹاؤن‘ لاہور-54700
فون:35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا---------------- (2000 روپے)
یورپ‘ ایشیا‘ افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ‘ کینیڈا‘ آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ‘ منی آرڈر یا پے آرڈر
’’مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن‘‘ کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

’’ادارہ‘‘ کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

حیادار آنکھیں کس کی ہوں گی اور کون سی خواتین ان سے زیادہ نیک نیت ہوں۔گی پھر بھی حکم الٰہی کے مطابق وہ پردہ کیا کرتی تھیں۔آواز دھیمی اور اگر مجبوراً کسی غیر محرم سے بات کرنا پڑے تو زبان میں لوچ نہیں سختی ہوتی تھی وغیرہ۔لہٰذا آنکھوں کا پردہ ہونا اور نیک نیتی وغیرہ خود کو بیوقوف بنانے والی بات ہے۔یہ شریعت کی پابندیوں سے آزاد ہونے کے لیے احمقانہ تاویلات اور عذرات ہیں۔اللہ مرد وزن کا خالق ہے۔وہ جانتا ہے بلکہ صرف وہی جانتا ہے کہ انسان کی کمزوریاں کیا ہیں اور کیا طریقہ اختیار کرنے سے ان کمزوریوں پر قابو پایا جا سکتا ہے۔

(2) ثانیاً یہ کہ سمجھا جاتا ہے کہ فحاشی' بے حیائی خود اختیار کرنا اور عریاں ہونا برا ہے' لیکن فحش ڈرامے وغیرہ جس میں عورت نیم برہنہ اور نیم عریاں ہو دیکھنے سے ہماری صحت پر کیا اثر پڑے گا' ہم تو محض تفریح کے لیے یہ سب کچھ دیکھتے ہیں۔یہ بہت بڑی غلط فہمی ہے۔گھر کے سب افراد عمر اور ذہنی سطح کے لحاظ سے ایک جیسے نہیں ہوتے۔فحش مناظر سے انسانی جذبات انگیخت ہوتے ہیں' ذہن میں خلفشار پیدا ہوتا ہے اور قلب عدم اطمینان کا شکار ہو جاتا ہے۔انسان اسلام کے سماجی نظام کو درست سمجھتے ہوئے بھی خود کو اس راہ پر گامزن نہیں کر سکتا اور یہ سب کچھ دیکھ کر سب اہل خانہ اپنی سماجی روایات کو برقرار رکھ سکیں گے' اس کی ضمانت دینا نہایت مشکل ہے۔اس بات کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ فحاشی کا ارتکاب کرنا اگرچہ ایک بڑا جرم اور گناہ ہے لیکن اس کے مناظر سے لطف اندوز ہونا بھی فحاشی پھیلانے کے زمرے میں آتا ہے' لہٰذا یہ بھی یقیناً جرم اور گناہ ہے۔

(3) ثالثاً یہ کہ فحاشی اور بے حیائی پر خاموشی اختیار کرنا اسے اپنا مسئلہ نہ سمجھنا اور اس کے خلاف آواز نہ اٹھانا یہ بھی اس گناہ کی خاموش تائید ہے۔ایک اچھے خاندان کے سربراہ کو یہ بات سمجھنی چاہیے کہ خود اس کا بیٹا یا بیٹی اس سیلاب میں بہہ سکتے ہیں۔

(4) رابعاً یہ کہ سب لوگوں کے وسائل ایک جیسے نہیں ہوتے' بہت سی بے حیائی اور عریانی فیشن کے نام پر کی جاتی ہے اور اس دوڑ میں حصہ لینے کے لیے بہت زیادہ وسائل کی ضرورت ہوتی ہے اور حصول وسائل کی خواہش کرپشن اور بددیانتی کو جنم دیتی ہے۔ہمارے معاشرے میں سرکاری اور نیم سرکاری اداروں میں کرپشن اور کاروبار میں ہونے والی بددیانتی اس وجہ سے بھی ہوتی ہے کہ فیشن کی اس دوڑ میں آگے نکلا جائے' خصوصاً عورتیں مردوں کو مجبور کرتی ہیں کہ وہ اس حوالہ سے اٹھنے والے اخراجات جیسے کیسے بھی ممکن ہو پورے کریں۔

(5) آخری اور اہم ترین بات یہ ہے کہ اس فیشن زدگی اور عریاں و فحش مناظر دیکھنے کے باوجود ہمارا معاشرہ مغرب کی طرح سیکس فری معاشرہ نہیں بنا۔نوجوانانِ قوم کے جنسی جذبات جوان مناظر سے بھڑک اٹھتے ہیں ان کو سرد کرنے کے لیے اور جنسی پیاس بجھانے کے لیے آسان اور سستے راستے دستیاب نہیں ہوتے۔پھر ستم بالائے ستم یہ کہ ہم نے شادی بیاہ کو اتنا مہنگا' مشکل اور پیچیدہ بنا دیا ہے کہ قوم کی بچیاں اور بچوں کے بال سفید ہو جاتے ہیں' لیکن شادی کے راستے کی رکاوٹیں دور نہیں ہوتیں۔لہٰذا اخبارات میں بچیوں سے جنسی درندگی کی ایسی دلخراش خبریں آتی ہیں کہ انسان لرز اٹھتا ہے۔انسان درندوں سے بدتر نظر آتے ہیں۔اس درندگی پر میڈیا خصوصاً الیکٹرانک میڈیا کی چیخ و پکار عجب تماشا ہے۔ایں ہمہ آوردہ تست کہنے کو بے اختیار جی چاہتا ہے۔یعنی چور مچائے شور یہ آگ آپ ہی کی سلگائی ہوئی ہے۔جنسی جرائم کو ختم کرنے کے لیے پہلا قدم یہ اٹھانا ہوگا کہ ٹی وی چینلز کو فحش اشتہارات اور ڈرامے فلمیں وغیرہ دکھانا بند کرنا ہوگا۔سڑکوں اور شاہراہوں پر بڑے بل بورڈز کو اخلاقیات کے دائرے میں لانا ہوگا۔اخبارات کو بھی اس حوالہ سے کوئی متفقہ ضابطہ اخلاق بنانا ہوگا۔حقوق نسواں کے تحفظ میں بننے والی تنظیموں کی عورتوں کے حقیقی اور شرعی حقوق دلانے کی جدوجہد کرنا ہوگا۔ان تنظیم کی ذمہ داران آنجہانی سابق وزیراعظم بھارت راجیو گاندھی کی اُس تقریر پر دھیان دیں جو انہوں نے بھارت کی لوک سبھا میں کی تھی جس میں موصوف نے واضح الفاظ میں کہا تھا کہ شاہ بانو کیس کے حوالہ سے مسلمانوں کی تحریک نے مجھے موقع دیا ہے کہ میں اسلام میں عورتوں کے حقوق کا مطالعہ کروں۔اس مطالعہ کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جس قدر حقوق اسلام عورتوں کو دیتا ہے' دنیا کا اور کوئی مذہب نہیں دیتا۔اگر حقوق نسواں کی علمبردار یہ تنظیم حقوق کے حوالے سے رتی بھر بھی مخلص ہوں گی تو اسلام کے سوا کہیں اور سے عورتوں کے حقوق کے لیے رہنمائی حاصل نہیں کریں گے۔عورت شمع محفل بن کر نہیں بلکہ گھریلو ذمہ داریاں نبھا کر عزت و احترام حاصل کرتی ہے۔

بہرحال اے مسلمانانِ پاکستان! اگر ہم دینی غیرت و حمیت سے مکمل طور پر تہی دامن نہیں ہو گئے اور اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہماری بہنوں اور بیٹیوں کو کوئی نگاہِ بد سے نہ دیکھے تو ہمیں اس فحاشی اور بے حیائی سے نجات حاصل کرنا ہوگی۔یہ صرف کسی دینی جماعت کا کام نہیں' ہر مسلمان کا اہم دینی تقاضا ہے کہ وہ فحاشی کو ختم کرنے کی مہم میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے اور اس وقت تک چین سے نہ بیٹھے جب تک اس آگ کو ٹھنڈا نہ کر دے جو بالاخر اس کے گھرانے کو خاکستر کر دے گی۔محض ڈرائنگ روم میں تنقید اور اظہارِ افسوس کرنے سے یہ کام نہیں ہوگا' اس کے لیے کمرِ ہمت کسنا ہوگی اور میدان میں نکلنا ہوگا۔یاد رہے جو لوگ فحاشی اور بے حیائی کو برا سمجھنے کے باوجود عملاً کچھ کرنے کو تیار نہیں ہوں گے وہ خاموش تماشائی ہیں۔ان کا انجام بھی فحاشی اور بے حیائی پھیلانے والوں میں ہو گیا تو گویا وہ نہ دین کے رہے نہ دنیا کے۔اللہ تعالیٰ ہمیں اس انجامِ بد سے محفوظ رکھے اور اپنے فضل و کرم سے ان لوگوں میں شامل کرے جو برائیوں کے خلاف جہاد میں تن من دھن لگانے کو تیار ہوں۔نبی اکرم ﷺ کی مذکورہ بالا حدیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ بے حیا انسان سے بدترین عمل بھی متوقع ہے۔یاد رہے اگر ہم سماجی اور تہذیبی طور پر مکمل طور پر غلام ہو گئے تو پھر جغرافیائی سیاسی اور عسکری لحاظ سے بھی مکمل طور پر غلام بن کر رہیں گے۔(خدانخواستہ)

معمارِ پاکستان نے کہا:

اسلامی حکومت کے تصور کا یہ امتیاز پیش نظر رہنا چاہیے کہ اس میں اطاعت اور وفاکیشی کا مرجع خدا کی ذات ہے جس کی تعمیل کا عملی ذریعہ قرآن مجید کے احکام اور اصول ہیں۔اسلام میں اصلاً نہ کسی بادشاہ کی اطاعت ہے، نہ پارلیمنٹ کی، نہ کسی شخص اور کسی ادارے کی۔قرآن مجید کے احکام ہی سیاست و معاشرت میں ہماری آزادی اور پابندی کی حدود متعین کر سکتے ہیں۔دوسرے الفاظ میں اسلامی حکومت قرآن کے اصول و احکام کی حکومت ہے۔(کراچی، 1948ء)

شیطان کے لشکری اور اُن کا کردار

سورۃ المجادلہ کی آیات 12 تا 19 کی روشنی میں

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید صاحب کے 25 اکتوبر 2013ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!]

حضرات! سورۃ المجادلہ ہمارے زیر مطالعہ ہے۔ اس سورت کے کل تین رکوع اور 22 آیات ہیں۔ آیات 1 تا 11 کا مطالعہ ہم کر چکے ہیں۔ آج ہم آیات 12 تا 19 کا مطالعہ کریں گے، ان شاء اللہ۔ اس سورت میں خاص طور پر مسلمانوں کی اس اجتماعیت سے متعلق جو غلبہ و اقامت دین کے لیے کوشاں ہو، تفصیلی راہنمائی کے بعض اہم گوشے واضح کیے گئے ہیں۔ یہ واحد سورت ہے جس میں حزب اللہ اور حزب الشیطان کے الفاظ ایک دوسرے کے مقابل لائے گئے ہیں۔ حزب اللہ کا لفظ قرآن مجید میں اس سے پہلے سورۃ المائدہ میں بھی آیا ہے۔ ترتیب مصحف میں سورۃ المائدہ اگرچہ پہلے ہے، تاہم یہ دونوں سورتیں مدنی ہیں اور دونوں ہی مدنی دور کے آخری حصے سے متعلق ہیں، جب حق کا حق اور باطل کا باطل ہونا ثابت ہو گیا تھا۔ یہاں یہ واضح کیا گیا کہ کون لوگ حزب اللہ کا حصہ ہیں اور کون ہیں جو حزب الشیطان میں شامل ہیں، نیز دونوں گروہوں کا کردار اور اوصاف کیا ہیں۔ چنانچہ یہ بہت اہم موضوع ہے۔ اس وقت ہم جس دور میں جی رہے ہیں، اس میں حق و باطل کے درمیان ازل سے جاری کشمکش منطقی انتہا کو پہنچ رہی ہے۔ معرکہ حق و باطل ہی کے ذریعے معلوم ہوتا ہے کہ کون اللہ کا وفادار ہے اور کون شیطان کا ساتھی ہے۔ ایمان کے دعوے تو بہت سے لوگ کرتے ہیں مگر کون فی الواقع ایمان والا ہے، یہ تبھی معلوم ہوتا ہے جب امتحانات اور آزمائشیں آتی ہیں۔ ہماری یہ زندگی آزمائش ہے۔ اس آزمائش میں خیر و شر کی کشمکش کا بہت بڑا دخل ہے۔ انسان کے داخل اور خارج میں کچھ خیر کی قوتیں ہیں اور کچھ شر کی قوتیں۔ خیر کی قوتوں میں فطرت سلیمہ، روح انسانی اور صالح افراد ہیں اور شر کی قوتوں میں انسان کا نفس امارہ، شیطان اور غلط ماحول اور افراد ہیں۔ یہ قوتیں برسرپیکار رہتی ہیں۔ اسی سے دو گروہ وجود میں آجاتے ہیں: حزب اللہ اور حزب الشیطان۔

حزب اللہ کے افراد اور کردار اکثر بہت واضح ہوتے ہیں اور حزب الشیطان کے کردار بھی اگرچہ واضح ہوتے ہیں، تاہم اس گروہ میں ایسے لوگ بھی شامل ہوتے ہیں جو بظاہر اپنے آپ کو حزب اللہ میں شمار کرتے ہیں۔ البتہ پھر ایک وقت آتا ہے کہ پولورائزیشن مکمل ہو جاتی ہے۔ حضور ﷺ کے دور میں بھی ایک وقت آیا، جب حق کا حق اور باطل کا باطل ہونا بالکل واضح ہو گیا۔ معرکہ حق و باطل میں جب یہ موڑ آتا ہے تو پھر حزب الشیطان کے لوگوں کے ساتھ کوئی رو رعایت نہیں ہوتی۔ پھر اللہ کے وفادار یہ نہیں دیکھتے کہ ہماری مخالف سمت میں میرا والد، بیٹا یا کوئی اور قریبی رشتہ دار کھڑا ہے۔ حزب الشیطان کا حصہ ہونے کی وجہ اُن کی گردن اڑا دی جاتی ہے۔ یہ وہ چیزیں ہیں جنہیں سمجھنے کی ضرورت ہے۔ قرآن مجید نے ان چیزوں کو بہت نمایاں کیا ہے، اور یہ اس سورت کا خاص موضوع ہے۔ جب مسیح الدجال آئے گا تو دنیا واضح طور پر دو حصوں میں بٹ جائے گی: یا کفر ہو گا یا پھر اسلام، دورنگی اور منافقت نہیں رہے گی۔ دجال کے ایک ہاتھ میں آگ اور دوسرے میں پانی ہو گا۔ ایک ہاتھ میں جنت اور دوسرے ہاتھ میں جہنم ہو گی۔ پوری نوع انسانی کے لیے وہ آخری مرحلہ آنے والا ہے، وہ زیادہ دور نہیں۔

آئیے، اب ہم ان آیات کا مطالعہ کریں۔ فرمایا:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ ۭ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ ⑫ (المجادلہ)

''مومنو! جب تم پیغمبر کے کان میں کوئی بات کہو تو بات کہنے سے پہلے (مساکین کو) خیرات دے دیا کرو۔ یہ تمہارے لئے بہت بہتر اور پاکیزگی کی بات ہے۔ اور اگر خیرات تم کو میسر نہ ہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے''

اہل ایمان سے کہا جا رہا ہے کہ جب تمہیں اللہ کے رسول سے کوئی سرگوشی کرنی ہو، کوئی بات علیحدگی میں کہنی ہو تو اس رازدارانہ بات سے پہلے کچھ صدقہ کر دیا کرو۔ مسلمان اپنے مسائل کے حل کے لیے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور بعض اوقات تخلیہ بھی چاہتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ اپنی شرافت اور مروت کی بنا پر کسی کو منع نہ کرتے اور پورا ٹائم دیتے تھے جبکہ آپ ؐ کی مصروفیات بے پناہ تھیں، اللہ نے آپ ؐ کو جو اتنا اونچا مشن دیا ہوا تھا، اس کے اور بھی بہت سے تقاضے تھے۔ لوگ حضور ﷺ کا زیادہ وقت لینے لگے تھے۔ پھر اِس صورتحال سے بعض شرپسند عناصر نے بھی فائدہ اٹھانا شروع کر دیا۔ وہ لوگ محفل میں بیٹھے بیٹھے حضور ﷺ کے کان میں سرگوشی کرتے۔ مقصد یہ ہوتا تھا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ ہمارا بڑا مقام ہے، ہم براہِ راست رسول ﷺ سے بات کرتے ہیں اور وہ ہماری بات توجہ سے سنتے ہیں۔ اس قسم کے عناصر کی روک تھام کے لیے اور عام مسلمان نے حضور ﷺ کا جو زیادہ وقت لینا شروع کر دیا تھا، اُس کے تدارک کے لیے ایک اصولی رہنمائی دی گئی کہ حضور ﷺ سے علیحدگی میں گفتگو کا ارادہ ہو تو اس سے پہلے کچھ

صدقہ وخیرات کر دیا کرو۔ یہی تمہارے لیے بہتر بھی ہے اور زیادہ پاکیزہ بھی۔ اس حکم سے اصل مقصود منافقین کے بڑھتے ہوئے رجحانِ سرگوشی کی حوصلہ شکنی تھا۔ مال کی محبت اور حرص وہوس کی بیماری ان میں عام تھی۔ قرآن حکیم نے یہ پابندی عائد کی تو منافقین اپنی بخالت اور کنجوسی کے سبب آپ ﷺ سے سرگوشیوں سے رک گئے، اور مخلص اہل ایمان بھی حضور ﷺ کے معمولات اور مصروفیات کو ملحوظ رکھتے ہوئے کثرتِ ملاقات کے معاملے میں محتاط ہو گئے۔

آگے فرمایا:

﴿ ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ۭ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۱۳ ﴾ (المجادلہ)

’’کیا تم اس سے کہ پیغمبر ﷺ کے کان میں کوئی بات کہنے سے پہلے خیرات دیا کرو (ڈر گئے)۔ پھر جب تم نے (ایسا) نہ کیا اور اللہ نے تمہیں معاف کر دیا تو نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے رہو اور اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتے رہو اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے خبردار ہے۔‘‘

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے سرگوشی کرنے کا رجحان جو بہت بڑھ رہا تھا، صدقہ کا حکم دینے کے بعد وہ دب گیا۔ جب حکم کا مقصد حاصل ہو گیا تو اللہ نے یہ وقتی حکم اٹھا لیا۔ جب لوگوں نے اپنی عادت کی اصلاح کر لی تو اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور حکم دیا کہ نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔ ظاہر ہے نماز دین کا ستون ہے اور تعلق مع اللہ کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ زکوٰۃ بھی جو ارکان اسلام میں سے ہے اور تزکیہ نفس کا ذریعہ ہے، پھر اس کے ذریعے حقوق العباد کی ادائی کا اہتمام ہوتا ہے۔ پھر یہ کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو۔ منافقت کا اظہار بالخصوص رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور راہ حق میں انفاق نہ کرنے سے ہوتا تھا۔ منافقین پر آپ ﷺ کی اطاعت بہت بھاری تھی۔ اسی طرح انہیں راہ خدا میں مال خرچ کرنا بہت مشکل لگتا تھا۔ جبکہ مومنوں کا وصف ہی اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت ہے۔ یہاں اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ اطاعت خوش دلی سے اور بے چوں وچرا مطلوب ہے۔

آگے منافقین کے کردار کا تذکرہ ہے:

﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۭ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ ۙ وَيَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۱۴ ﴾ (المجادلہ)

’’بھلا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو ایسوں سے دوستی کرتے ہیں جن پر اللہ کا غضب ہوا، وہ نہ تم میں ہیں نہ ان میں اور جان بوجھ کر جھوٹی باتوں پر قسمیں کھاتے ہیں‘‘

منافقت ایک کردار کا نام ہے۔ منافق کے سر پر سینگ نہیں ہوتے۔ اس کی پہچان اُس کی حرکتوں سے ہوتی ہے۔ زبان سے تو وہ بھی اللہ اور اُس کے رسول ﷺ پر ایمان کا دعویٰ کرتا ہے۔ منافقین کا ایک نمایاں وصف یہ ہے کہ وہ اس قوم سے دوستی رکھتے ہیں کہ جن پر اللہ کا غضب نازل ہوا، یعنی یہود۔ مدینہ میں یہود کے تین قبیلے آباد تھے: بنوقریظہ، بنونضیر اور بنوقینقاع۔ نفاق کا پودا انہی کی سرپرستی میں پروان چڑھ رہا تھا۔ وہی منافقین کی ڈوریں ہلاتے تھے، اور وہ ہر معاملے میں اُن سے مشورے کیا کرتے تھے۔ منافقین بظاہر تو یہ کہتے کہ ہم حزب اللہ کا حصہ ہیں مگر ان کی دوستیاں حزب الشیطان کے ساتھ تھیں۔ اور یہی منافقت کی سب سے بڑی پہچان ہے۔ آج ہمارا بھی یہی المیہ ہے۔ ہماری بھی ڈور ہر معاملے میں واشنگٹن کی طرف سے ہلائی جاتی ہے۔ امریکا کو ہم نے اپنا آقا، سرپرست اور بہی خواہ سمجھ رکھا ہے۔ ہمارے ہر حکمران کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ ان کی گڈ بکس میں آ جائے۔ حکمران اسی کی طرف دوڑتے ہیں۔ اُسی کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتے ہیں، اُسی کی ڈکٹیشن پر چلتے ہیں، اُسی کے ساتھ محبت کی پینگیں بڑھاتے ہیں اور اُسی سے توقعات رکھتے ہیں۔ یہاں یہ بھی واضح کر دیا گیا کہ منافقین بظاہر مسلمانوں کا حصہ ہیں، لیکن چونکہ ان کی دوستیاں یہود کے ساتھ ہیں، لہٰذا حقیقت میں وہ نہ مسلمانوں کے ساتھ ہیں اور نہ پورے طور پر یہود کے ساتھ ہیں، بلکہ درمیان میں لٹکے ہوئے ہیں۔ وہ اپنے مفادات کو دیکھتے ہیں۔ اگر مسلمانوں سے مفاد ملے تو ادھر کو جھک جاتے ہیں اور اگر یہود سے مفاد نظر آئے تو اُدھر سرک جاتے ہیں۔ ان کا کوئی دین ایمان نہیں ہے۔ منافقین کی دوسری بُری صفت یہ بتائی کہ وہ جھوٹ پر قسمیں اٹھا لیتے ہیں۔ وہ جھوٹ بولنے اور جھوٹی قسمیں کھانے میں بہت جری ہیں۔ آج آپ اپنی قوم کا جائزہ لیں، تو صاف نظر آئے گا کہ جھوٹ ہماری قوم کی گھٹی میں پڑا ہوا ہے۔ حدیث رسول کے مطابق جھوٹ چار علاماتِ نفاق میں سے ایک ہے۔ والد محترمؒ فرمایا کرتے تھے کہ اس ملک میں منصب کے لحاظ سے جو جتنا بڑا ہے اتنا ہی بڑا جھوٹا ہے۔ ہمارا سارا کاروبار جھوٹ کی بنیاد پر چلتا ہے۔ حکومت، سیاست کے تمام معاملات جھوٹ اور فریب پر آگے بڑھتے ہیں۔ الا ماشاء اللہ

آگے منافقین کے انجام بد کا تذکرہ ہے:

﴿ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۭ اِنَّهُمْ سَاۗءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۱۵ ﴾ (المجادلہ)

’’اللہ نے ان کے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے۔ یہ جو کچھ کرتے ہیں یقیناً برا ہے۔‘‘

آگے فرمایا:

﴿ اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۱۶ ﴾

’’انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا لیا اور (لوگوں کو) اللہ کے راستے سے روک دیا ہے۔ سو ان کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔‘‘

آنحضور ﷺ کے ساتھی سچے اہل ایمان اخلاص کے پیکر تھے۔ منافقانہ کردار سے انہیں سخت ذہنی اذیت کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ لہٰذا وہ منافقین سے یہ پوچھتے کہ یہ تم کیا کر رہے ہو، کہاں جا رہے ہو، اسلام دشمن یہود کے ساتھ روابط کیوں رکھتے ہو، کیوں ان کے ساتھ سازشوں میں شریک ہوتے ہو۔ منافقین اس کے جواب میں جھوٹی قسم کھا جاتے اور کہتے تھے نہیں یہ تمہاری غلط فہمی ہے۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے، ہم تو اللہ، اس کے رسول ﷺ اور مسلمانوں کے وفادار ہیں۔ ہم تو اپنا (دین اسلام کا) مفاد دیکھ رہے ہیں۔ اس موقع پر مجھے پرویز مشرف کے وہ الفاظ یاد آتے ہیں، جو اس نے پہلی مرتبہ وزیرستان پر فوجی کارروائی کرنے کے حکم کے جواز کے لیے کہے تھے۔ فوجی آپریشن کے عاقبت نااندیشانہ فیصلہ پر جب قوم کے مخلص لوگوں نے انہیں سمجھایا کہ اپنے لوگوں کے خلاف فوجی کارروائی سے باز رہو، یہ ملک وملت کے لیے اچھا نہیں ہوگا، تو پرویز نے اپنے فیصلے کا جواز ان الفاظ میں پیش کیا تھا کہ یہ کارروائی ہم اپنے مفاد میں کر رہے ہیں، کسی کے دباؤ میں نہیں کر رہے۔ کیونکہ اگر ہم خود یہ نہیں کریں گے تو پھر امریکہ آ جائے گا۔ یہ بالکل وہی انداز ہے جو منافقین کا ہوتا ہے۔ منافقین اپنے کرتوتوں کو چھپانے کے لیے جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں۔ پرویز نے یہی کہا کہ ہم غیروں کے ایجنڈے کو آگے نہیں بڑھا رہے، ہم تو اپنا مفاد دیکھ رہے ہیں۔ یہ ہماری جنگ ہے۔ یہ جھوٹ اور جھوٹے دعووں کا کرشمہ ہے کہ ہم امریکی دباؤ اور ڈالروں کے لالچ میں امریکہ کی جنگ میں کود پڑے، اور پھر ثابت کرنے لگے کہ یہ تو ہماری اپنی جنگ ہے، —— منافقین کو لاکھ سمجھایا جائے کہ اللہ کا راستہ یہ ہے، اللہ کی خوشنودی اس میں ہے، اللہ اور رسول ﷺ پر ایمان اور دین سے وفاداری کا تقاضا یہ ہے، اس طرف آؤ، وہ راہ حق پر نہیں آتے بلکہ ایک انچ بھی آگے بڑھنے کے لیے تیار

نہیں ہوتے۔

﴿لَنْ تُغْنِیَ عَنْھُمْ اَمْوَالُھُمْ وَلَآ اَوْلَادُھُمْ مِّنَ اللّٰہِ شَیْئًا ط اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ط ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۷﴾﴾

''اللہ کے (عذاب کے) سامنے نہ تو ان کا مال ہی کچھ کام آئے گا اور نہ اولاد ہی (کچھ فائدہ دے گی)۔ یہ لوگ اہل دوزخ ہیں۔اس میں ہمیشہ (جلتے) رہیں گے''

منافقت کا آغاز مال و اولاد کی محبت سے ہوتا ہے۔ایک طرف دین کے تقاضے، اللہ اور رسول ﷺ کا حکم ہوتا ہے اور دوسری طرف مال و اولاد اور دنیا کی محبت راستہ روکے کھڑی ہوتی ہے۔ ایسے میں جو شخص مال و اولاد اور دنیا کی محبت کے پلڑے میں اپنا وزن ڈالنا شروع کر دے، وہ نفاق کے راستے پر چل پڑتا ہے۔لیکن یہاں بتا دیا کہ یہ مال اور اولاد جس کی وجہ سے آدمی غلط راستہ اختیار کرتا ہے، اللہ کے ہاں اُس کے کسی کام نہیں آئے گا، بلکہ یہ اُس کے لیے وبال جان بنے گا۔ یہ بات اور بہت سے مقامات سے معلوم ہو جاتی ہے۔منافقین مسلمانوں میں شامل ہوتے ہیں۔ عہدرسالت مآب میں بھی وہ مسلمانوں کی صفوں میں شامل تھے۔وہ حضور ﷺ کے پیچھے نمازیں پڑھتے، آپؐ کے ساتھ کبھی کبھی قتال کے لیے بھی نکلتے تھے، مگر واضح کر دیا کہ وہ انجام بد سے نہ بچ سکیں گے۔ان کے لیے جہنم کی آگ ہوگی۔ پھر اس سے کبھی نہیں چھوٹیں گے۔

﴿یَوْمَ یَبْعَثُھُمُ اللّٰہُ جَمِیْعًا فَیَحْلِفُوْنَ لَہٗ کَمَا یَحْلِفُوْنَ لَکُمْ وَیَحْسَبُوْنَ اَنَّھُمْ عَلٰی شَیْءٍ ط اَلَآ اِنَّھُمْ ھُمُ الْکٰذِبُوْنَ ﴿۱۸﴾﴾ (المجادلہ)

''جس دن اللہ ان سب کو جلا اٹھائے گا تو جس طرح تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں (اسی طرح) اللہ کے سامنے قسمیں کھائیں گے اور خیال کریں گے کہ ایسا کرنے سے کام لے نکلے ہیں۔ دیکھو یہ جھوٹے (اور برسرغلط) ہیں۔''

منافقین کی جھوٹی قسمیں کھانے کی عادت آخرت میں بھی نہ جائے گی۔ وہاں بھی کوشش کریں گے کہ جھوٹی قسم کھا کر اپنے آپ کو بچالیں۔ وہ سمجھیں گے کہ جیسے جھوٹی قسمیں کھا کر دنیا میں بہتوں کو فریب دیئے رکھا، اسی طرح آخرت میں بھی اُن کا فریب چل جائے گا، مگر وہاں ایسا نہ ہوگا۔اُن کے اعضاء و جوارح اُن کے جرائم کی گواہی دیں گے، اور ان کے جھوٹ کا پردہ چاک ہو کر رہے گا۔

﴿اِسْتَحْوَذَ عَلَیْھِمُ الشَّیْطٰنُ فَاَنْسٰھُمْ ذِکْرَ اللّٰہِ ط اُولٰٓئِکَ حِزْبُ الشَّیْطٰنِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّیْطٰنِ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۹﴾﴾

''شیطان نے ان کو قابو میں کرلیا ہے اور اللہ کی یاد ان کو بھلا دی ہے۔ یہ (جماعت) شیطان کا لشکر ہے۔اور سن رکھو کہ شیطان کا لشکر نقصان اٹھانے والا ہے''

دیکھئے، شیطان ہر شخص پر حملہ کرتا ہے، وہ کسی کو بھی نہیں بخشتا۔ انسان کی زندگی کے آخری سانس تک اس کا تعاقب کرتا ہے۔ دنیا میں اس کے چیلے چانٹے بہت زیادہ ہیں جبکہ اللہ کے مخلص اور وفادار بہت ہی تھوڑے ہیں۔ انسانوں کی عظیم اکثریت کا حال یہ ہے کہ ان پر شیطان نے اپنا تسلط جما رکھا ہے اور انہوں نے شیطان کے آگے سرنڈر کر دیا ہے۔ بجائے اس کے کہ وہ شیطان کو دشمن سمجھتے، وہ اسی کی طرف لپکتے چلے جاتے ہیں۔ شیطان کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اُس نے انہیں اللہ کی یاد بھلا دی ہے۔ اللہ کے خیال ہی سے غافل کر دیا ہے۔ اگر کبھی اللہ کا کوئی خیال انہیں آ بھی جائے تو شیطان ایسی پٹی پڑھاتا ہے کہ وہ غیر مؤثر ہو جاتا ہے۔ آخر میں واضح کیا کہ منافقین شیطان کی پارٹی کا حصہ ہیں۔ چاہے 50 دفعہ کلمہ پڑھیں، اور حضور ﷺ سے محبت کا اقرار کریں اور کہیں کہ ہم مسلمانوں کے مفاد میں یہ سب کچھ کر رہے ہیں، وہ اپنے دعوؤں میں جھوٹے ہیں اور اصل میں شیطان کا گروہ ہیں۔ اور آخرت کی حقیقی ناکامی اسی حزب الشیطان کے حصے میں آئے گی۔ [مرتب: محبوب الحق عاجز]

پریس ریلیز 31 اکتوبر 2013ء **حافظ عاکف سعید**

سزائے موت کی معطلی ایک مجرمانہ فیصلہ ہے۔58 ممالک میں اب بھی اس سزا کو قانونی حیثیت حاصل ہے

حکمران جان لیں خوشحالی اللہ کی حدود توڑنے میں نہیں، حدود اللہ کے نفاذ میں ہے

سزائے موت کی معطلی ایک مجرمانہ فیصلہ ہے۔ سزائے موت دنیا کے ہر معاشرے میں رائج رہی ہے۔ اس وقت بھی 58 ممالک میں اس سزا کو قانونی حیثیت حاصل ہے۔ سابق حکومت نے 2008ء کے بعد سزائے موت کو صدارتی آرڈیننس کے ذریعے 30 جون 2013ء تک معطل رکھا۔ موجودہ حکومت نے بھی اس پالیسی کے تسلسل میں سزائے موت کی معطلی کا اعلان کیا ہے جو شریعت کے سراسر منافی ہے۔ ان خیالات کا اظہار امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے سزائے موت کی معطلی کے بارے میں اظہارِ خیال کرتے ہوئے کیا۔ انہوں نے کہا کہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ گزشتہ پانچ سالوں میں پاکستان میں ہزاروں مسلمان قتل ہوئے لیکن ایک کے سوا کسی قاتل کو بھی سزائی موت نہیں دی گئی۔ اس وقت بھی ہماری جیلوں میں سات ہزار سے زائد قیدی ایسے ہیں جنہیں موت کی سزا سنائی جا چکی ہے اور پھانسی دینے کا تمام قانونی عمل مکمل ہو چکا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ کے قانون میں یہ تبدیلی امریکی دباؤ اور یورپی یونین سے تجارتی مراعات حاصل کرنے کے لیے کی جارہی ہیں۔ ہمارے حکمرانوں کو جان لینا چاہئے کہ ہماری غربت اور افلاس کی وجہ یورپی یونین سے مراعات نہ ملنا نہیں بلکہ اللہ کی عادلانہ شریعت سے منہ موڑنا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا واضح فرمان ہے کہ ''حدود قائم کرنے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ مت کرو''۔ خوشحالی اللہ کی حدود کو توڑنے میں نہیں بلکہ حدود اللہ کے نفاذ میں ہے۔

پریس ریلیز یکم نومبر 2013ء

حکومت طالبان سے امن معاہدہ کرے تو ماضی کی طرح امریکی دباؤ پر منحرف نہ ہو

حکومت طالبان سے امن معاہدہ کرے تو ماضی کی طرح امریکی دباؤ پر منحرف نہ ہو۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطابِ جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے وزیر اعظم پاکستان میاں محمد نواز شریف کے اس بیان کا خیر مقدم کیا کہ طالبان سے مذاکرات شروع ہو چکے ہیں۔ انہوں نے تحریک انصاف کے اس اعلان کو جرأت مندانہ قرار دیا کہ اگر مذاکرات کے دوران ڈرون حملہ ہوا تو خیبر پختونخوا حکومت نیٹو سپلائی روک دے گی۔ انہوں نے کہا کہ اس صورت میں مرکزی حکومت چمن کی طرف سے نیٹو سپلائی بند کر دے تاکہ امریکہ راہِ راست پر آئے۔ انہوں نے کہا کہ میڈیا خصوصاً الیکٹرانک میڈیا کو ان مذاکرات کے دوران مثبت رول ادا کرنا چاہیے۔ وہ حقائق کو امریکہ یا حکومت کی خواہش پر توڑ مروڑ کر پیش نہ کرے تاکہ عوام جان سکیں کہ مذاکرات میں کس نے کیا اور کیسا رویہ اختیار کیا۔ انہوں نے اِن خبروں پر زبردست تشویش کا اظہار کیا کہ ملک کا ایک بہت بڑا میڈیا گروپ ملک و قوم کے مفادات کے حوالے سے انتہائی منفی رول ادا کر رہا ہے اور دشمن کے ایجنڈے کو آگے بڑھا رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس کی مکمل تحقیق ہونی چاہیے تاکہ جھوٹ اور سچ کی چھان پھٹک ہو۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

دیکھ کے چل کہتے رہیں گے

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

وزیراعظم نواز شریف کا دورہ امریکہ ان حالات میں ہوا جب وہ چوبیس ارب ڈالر کے نقصان کے بعد شٹ ڈاؤن سے بمشکل تمام عہدہ برآ ہوا تھا۔ ابھی سنبھلا ہی تھا تو ایمنسٹی انٹرنیشنل کی رپورٹ نے آڑے ہاتھوں آلیا! ڈرون حملوں کی سنگینی، بین الاقوامی قوانین کی اڑتی دھجیاں، معصوم شہریوں پر دوہرا ظلم۔ نہ صرف ایک ڈرون حملہ بلکہ پھر امدادی کارروائیوں میں مصروف، یا جنازہ پڑھنے والوں پر دوسرے حملے کی وحشت و بربریت کا ارتکاب۔ اسے جنگی جرائم کا مجرم قرار دیا ہے۔ تاہم امریکی کانوں پر جوں نہ پہلے کبھی رینگی نہ اب۔

پاکستانی حکومت کا ان جرائم میں شریک کار رہنا بھی کھل کر سامنے آ گیا۔ تاریخ سب حقائق بے نقاب کرنے میں بے رحم ہوا کرتی ہے۔ اپنے وقتوں کے جابر و قاہر بالآخر انجام کو پہنچتے ہیں۔ زبان و قلم کے تالے کھلتے ہیں اور وہ نام اور کام سامنے آ کر رہتے ہیں جسے چھپانے دبانے کے لیے کہیں تجوریوں کے منہ کھلے تھے، کہیں سچ کا گلا گھونٹنے کو عقوبت خانوں، گولیوں سے چھلنی لاشوں کو خوف اور دہشت کی علامت بنا کر دھمکایا جاتا رہا تھا۔

پرویز مشرف کے وردی کے ستارے ماند پڑنے کی دیر تھی کہ اس کے جرائم کا پشتارہ کھلنے لگا۔ پاشا کی جرنیلی جاتے ہی ریمنڈ ڈیوس کی فدویانہ رہائی اور واپسی کے وقت امریکن ایمبیسی کو باخبر رکھنے کے لیے لمحہ لمحہ دیے جانے والے ٹیکسٹ پیغامات کا المناک، شرمناک، قصہ زبان زد عام ہو گیا۔ اور اب کیانی صاحب کے لیے بھی اینکروں اور بوقت شام دانشوروں کی زبان کھل گئی ہے۔ یہ قومی کردار کا المیہ ہے کہ سانپ گزر جانے کے بعد لکیر نہایت دھوم دھام سے پیٹی جاتی ہے۔ دو ہار ہم تیار رکھتے ہیں۔ آتے کو نوٹوں کا ہار اور جاتے کو جوتوں کا ہار پہنانا نہیں بھولتے۔ سو یہ سب جاری ہے۔ جن ڈرون حملوں پر گزشتہ سالوں میں بار بار امریکہ کا ظلم، حکومت کی شراکت کے باوجود دیدہ دلیرانہ دروغ گوئی اور قوم کی بے حسی پر کالم ہم نے سیاہ کیے، شکر ہے اب بالآخر ایمنسٹی کے دکھانے پر اچانک، یکا یک سبھی پر یہ انکشاف (بعد از خرابیٔ بسیار) ہو گیا! امریکہ کے ڈرون حملوں پر یہ حملہ بہر حال وقتی طور پر ہی سہی امریکہ اور اس کے شراکت کاروں کے لیے ایک دھچکا بنا۔

ادھر افغانستان میں حالات دن بدن دگرگوں ہو رہے ہیں۔ جس افغان نیشنل آرمی پر تکیہ کر کے امریکہ انخلاء پذیر ہے وہاں آئے دن امریکہ نیٹو کے لیے بد شگونیاں، بد خبریاں تیار رہتی ہیں۔ مثلاً اس عید کی خوشی میں ہی افغان (ANA) کمانڈر، ہموی کو اسلحے سے بھر کر طالبان سے کنڑ میں آن ملا! یاد رہے کہ اے این اے میں بھرتی مراحل کی سکریننگ سے گزار کر ہوتی ہے کہ کوئی شائبہ طالبان نوازی یا ایمان سازی کا نہ پایا جاتا ہو! امریکہ بیچارہ تھکا ہارا، معاشی کمزوری، بگڑی ساکھ، اندرونی انتشار و خلفشار کا مارا ہوا ہے۔ نواز شریف کی خوش نصیبی ہے کہ یہ دورہ امریکی گھن گرج کے دور میں نہیں۔ کیا یہ بھی مغرب کی بدترین کمزوری کی علامت نہیں کہ سوات کی ایک کم عمر نادان کج فہم لڑکی کا سہارا لے کر وہ اپنے دل کے جلے پھپھولے پھوڑے؟ عالمی شخصیت، رول ماڈل، نوبل پرائز کے لیے نامزد، اور اقوام متحدہ سے خطاب فرمانے کو تیسری دنیا کے اجاڑے گئے علاقے کی چھوٹی سی بستی کی وہ لڑکی جو لندن کی سڑکیں، بتیاں اور ٹریفک دیکھ کر بھونچکی رہ جائے! یہ زوال پذیر سپر طاقتوں کے کھوکھلے پن کا بین ثبوت ہے کہ وہ حد درجے ذہین و فطین ڈاکٹر عافیہ صدیقی کی لیاقت کو اسلام کے خلاف اندھے بغض کا نشانہ، بہ نام القاعدہ بنائے۔ 86 سال کی سزا اسے سنائے جس پر قانون، انصاف، عدل کپڑے پھاڑ کر روتا ہوا جنگلوں میں ماتم کناں ہو کر نکل جائے۔ اور کرسٹینا لیمب جیسی شاطر قلم اپنے الفاظ کے لقمے اس نیم خواندہ چسکنی (چھوٹی لڑکی) کے منہ میں ڈال ڈال کر کاغذ پر 'آئی ایم ملالہ' کے نام سے اگلوائے۔ اصل میں پیچھے سے جھانکتی تصاویر حقیقت کھول کر چلا چلا کر کہتی ہیں: آئی ایم کرسٹینا، آئی ایم گورڈن براؤن، آئی ایم ضیاء الدین وغیرہ وغیرہ! وگرنہ کہاں ملالہ اور کہاں سلمان رشدی کی کتاب کا دفاع، قادیانیوں سے ہمدردی، حدود قوانین، قانونِ شہادت، توہین رسالت قانون پر خامہ فرسائی!

اس کتاب کے سامنے آنے کے بعد پاکستان دشمن ضیاء الدین، جو سیاہ پٹیاں باندھ کر یوم آزادی پر اظہار نفرین کرے، دستور پاکستان (جس پر واویلا کرتے ہمارے سیکولرسٹ طالبان پر نکیر کرتے ہیں) میں طے شدہ امور (قانون توہین رسالت، قادیانیوں کی غیر مسلم حیثیت) کو مغرب کی رضا حاصل کرنے کو تنقید کا نشانہ بنائے۔ ایسا شخص کیونکر یہ حق رکھتا ہے کہ ہمارے ٹیکسوں پر سفارتی پروانہ لیے برمنگھم میں گریڈ 19 میں پالا جائے؟ جس کی صلاحیت کلرکی کی بھی نہ ہو اسے کس برتے پر ہماری نمائندگی کے لیے مامور کیا جائے؟ وہ باپ بیٹی مغرب کی آنکھوں کے تارے، راج دلارے بن گئے۔ وہاں کی شہریت لیں (کینیڈا نے بھی اعزازی شہریت دی ہے) اور پاکستان کو معاف رکھیں۔ بلی تھیلے سے باہر آ چکی! وہ شیخ اسامہؒ کو بدنام زمانہ دہشت گرد کی گالی دیتے ہوئے سی آئی اے کی نمائندگی کر رہی ہے۔ عالمی جہاد کے اس ہیرو اور امریکہ کے بدترین دشمن کے مخالف لشکر کا حصہ بنی، اس قوم کی نہیں، انہی کی بیٹی ہے جن کا بھونپو بنی ہمیں برا بھلا کہہ رہی ہے۔ اس باب کو بند ہی رہنے دیجیے۔

اندریں حالات لاہور میں حکومت نے کئی ایکڑ پر نیا امریکی قونصل خانہ بنانے کی اجازت دے دی ہے! کیا اسلام آباد میں سفارت خانے کے نام پر وسیع و عریض امریکی فوجی اڈہ ناکافی تھا؟ ایک اڈہ، امریکہ بھارت گٹھ جوڑ کی سہولت کے لیے ہم لاہور میں بھی فراہم کر رہے ہیں۔ عجب منطق ہے! لاپتہ افراد کا مسئلہ حل کرنے کا وعدہ نواز شریف نے کیا تھا۔ ذرا دیکھئے اس کے حل ہونے کی تازہ ترین صورت امریکہ جانے سے پہلے دو آرڈیننس بہ عجلت جاری کیے! 'خفیہ اداروں کو مشکوک افراد تحویل میں رکھنے کا اختیار دینے کی سفارش۔

تحویل میں لیے گئے شخص کے گھر والوں، متعلقہ اداروں کو باخبر رکھا اور دیگر ’قانونی‘ تقاضے پورے کیے جائیں گے‘۔ اب لاقانونیت پر قانون سازی کر کے ہماری لائق فائق پارلیمنٹ جنگل کے قانون کو ملکی قانون بنا دے گی۔ چیف جسٹس اور عدالتوں نے اداروں پر بہت اونچا، بلند آہنگ بہت کچھ کہنا شروع کر دیا۔ اس کا حل یہ ہے! جبکہ کرنے کا کام پولیس اور عدالتوں کا ہے۔ عقوبت خانے، حراستی مراکز خالی کروا کر تمام ’ملزموں‘ کو عدالت میں پیش کریں بجائے تحفظ پاکستان کی آڑ میں نت نئے ظلم بنام قانون ایجاد کرنے کے۔ یہ تحفظ لاقانونیت آرڈیننس ہیں۔ ’مشکوک افراد؟‘ کوئی چور اچکا بھتہ خور نہیں۔ 40 قتل کرنے والے کلر پکڑے گئے تو خاموشی سے چھوڑ دیے۔ شرطیہ بات ہے تمام عقوبت خانے حراستی مراکز کھلوایئے، اول تا آخر تمام ’مشکوک افراد‘ متشرع ، بے شمار حافظ قرآن، شریف خاندانوں کے مسجد کے پنج وقتہ نمازی ملیں گے۔ ان میں ایک بھی نہ ’را‘ کا ایجنٹ ہوگا نہ ریمنڈ ڈیوس۔ سوات سے لاپتہ 10 ہزار افراد اور خواتین کا مظاہرہ؟ محمد غوری کا کیس لیجیے۔ چار سال ’لاپتگی‘ کے بعد ایک حرف جرم کا ثابت نہ ہو سکنے کے باوجود وہ شاعر حافظ قرآن، مشاری کے لحن میں تراویح پڑھا کر، خوبصورت ایمان افروز ترانے سنا کر، کبوتر کے تن نازک میں شاہین کا جگر پیدا کرنے کا ’مجرم‘ آج کس حال میں ہے؟ اب آپ اس لاقانونیت کو قانون بنا دیں گے؟ گھر والوں کو باخبر رکھیں گے؟ کہ وہ اب ٹی بی کا لاغر مریض ہو گیا! اب وہ چل نہیں سکتا۔ کیونکہ وہ ’مشکوک‘ ہے؟ خدارا خفیہ اداروں کو اب کراچی، مشرقی سرحد پر برستے گولوں ’را‘ کے حقیقی ایجنٹوں پر مامور کیجیے۔ ڈرون کی طرح ہر حقیقت سے بالآخر پردہ اٹھے گا۔ کیا ساکھ رہ جائے گی؟ تاریخ کیا لکھے گی؟ امریکہ پرستی کا سفینہ ڈوب رہا ہے۔ بتان وہم و گماں کی اس پوجا پاٹ سے نکل آیئے۔

ہر ایک قدم پر ہم اس بہکے قدم کو
ہاں دیکھ کے چل دیکھ کے چل کہتے رہیں گے

☆☆☆

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظامِ خلافت کا قیام

اظہارِ خیال

سماجی رابطے کی معروف ویب سائٹ

facebook

فوائد ونقصانات اور احتیاطی تدابیر

حماد الرحمٰن، کراچی

فیس بک باہمی رابطہ کے حوالے سے جدید اور سہل ترین ویب سائٹ ہے۔ یہ ایک ایسی سوشل نیٹ ورکنگ ویب سائٹ ہے جو ملکی بین الاقوامی سطح پر ایک انسان کو اپنے اعزہ و اقارب سے گفت وشنید اور ملاقات کرنے کا آسان ترین اور سستا ذریعہ فراہم کرتی ہے۔

فوائد:

فیس بک کے بہت سے فوائد ہیں جیسے:

☆ تمام اعزہ و اقارب جو فیس بک استعمال کرتے ہیں ان سے ملاقات ہو جاتی ہے۔

☆ اس کے ذریعے دنیا کے کسی بھی موضوع پر معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں۔ تمام موضوعات پر تفصیلی مضامین، رسائل اور ویڈیوز موجود ہیں اور کسی بھی موضوع پر مختلف تصورات رکھنے والے افراد کی تحاریر وتقاریر بھی یہاں موجود ہیں۔

☆ یہ حالات حاضرہ سے باخبر رہنے کا ذریعہ ہے۔ آپ کسی بھی ملک کے ٹی وی چینل یا اخبار کے Page کو Like کر کے اس ملک کے حالات معلوم کر سکتے ہیں۔

☆ بعض اوقات میڈیا جان بوجھ کر اصل حقائق کو چھپاتا ہے، لیکن عوام اس ویب سائٹ کے ذریعے اصل حقائق لوگوں تک پہنچا دیتے ہیں، جس کی حالیہ مثال مصر اور الاخوان المسلمون کے حالات ہیں۔

☆ فیس بک اپنے نظریات کو فروغ دینے کا مؤثر ترین ذریعہ ہے۔ مثلاً کوئی یہ نظریہ رکھتا ہے کہ خدمت خلق کا کام ہونا چاہیے تو وہ اس کے ذریعے اپنے نظریات کا پرچار کر سکتا ہے۔ اسی طرح آپ اپنی تحریریں فیس بک کے ذریعے دنیا کے کونے کونے تک پہنچا سکتے ہیں۔

☆ کسی موضوع پر کوئی تصویر، خبر یا ویڈیو پسند ہو تو اسے لاتعداد افراد کے ساتھ Share کیا جا سکتا ہے، کیونکہ فیس بک میں آزادیٔ اظہار رائے ہے اور پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کی طرح سنسر شپ نہیں ہے۔

☆ ہم خیال اور ہم نظریہ لوگ مختلف گروپس اور pages بنا کر ایک دوسرے کے تجربات سے بھرپور استفادہ کر سکتے ہیں۔

☆ حالیہ برسوں میں دنیا بھر میں جتنی بڑی بڑی تبدیلیاں آئیں جیسے امریکہ اور یورپ میں ’’وال سٹریٹ پر قبضہ کرو تحریک‘‘، عرب دنیا میں ’’عرب بہار‘‘ یا Wikileaks کے سنسنی خیز انکشافات وغیرہ، ان میں Twitter اور Facebook کا بھرپور کردار رہا ہے اور اس وجہ سے ان کو سوشل میڈیا انقلاب بھی کہتے ہیں۔

نقصانات:

فیس بک کے بہت سے نقصانات ہیں، جن سے عموماً لوگ غافل رہتے ہیں۔

☆ فیس بک کا سب سے بڑا نقصان وقت کا ضیاع ہے۔ لوگ، خصوصاً نوجوان کئی کئی گھنٹے اِس کے استعمال میں گزار دیتے ہیں۔ فیس بک پر Chatting کرنا، گیم کھیلنا، فضول اور لغو ویڈیوز دیکھنا اور انہیں share کرنا نوجوانوں کا محبوب ترین مشغلہ ہے اور انتہا تو یہ ہے کہ لوگ محض newsfeed دیکھنے میں گھنٹے صرف کر دیتے ہیں۔

☆ غیر مستند، بے بنیاد اور جھوٹا مواد اس ویب سائٹ پر عام ہے اور ہر طبقے، نظریے اور ہر طرح کے کردار والے افراد جھوٹے اور غیر مستند مواد سے لوگوں کی برین واشنگ کر رہے ہیں۔

☆ فیس بک کی وجہ سے لوگ قلم اور کتاب سے بتدریج دُور ہو رہے ہیں۔ مطالعۂ کتب لوگوں کے معمولات سے خارج ہو گیا ہے نتیجہ یہ ہوا کہ اصلاح بذریعہ

کتب کا سلسلہ مفقود ہو گیا ہے۔

☆ فیس بک بلا مبالغہ آج کی فحش ترین ویب سائٹس میں سے ایک ہے۔ فحاشی اور بے حیائی کو فروغ دینے میں فیس بک کا نمایاں کردار ہے۔ ہر طرح کی عریاں و فحش تصاویر اور ویڈیوز نیز گیمز بھی اس سائٹ پر بآسانی دستیاب ہیں۔ فیس بک نوجوان مرد اور خواتین کو آپس میں گفت و شنید کے مواقع فراہم کرنے میں فراخ دل نظر آتی ہے، حتیٰ کہ ویڈیو کال کر کے بھی باہمی روابط کو مضبوط کیا جا سکتا ہے۔ اس ویب سائٹ کے ذریعے جنسی بے راہ روی کو پھیلایا جا رہا ہے اور نوجوان اس پرکشش جال میں پھنسے چلے آ رہے ہیں۔

☆ فیس بک کے ذریعے سے لوگ بتدریج بے عملی کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ لوگوں کا کام اچھی باتوں کو like کرنے اور share کرنے کی حد تک محدود رہ گیا ہے۔ بیہودہ مواد پر مذمت اور نیک مواد کی تعریف میں comments لکھنا عوام کا ''دین'' رہ گیا ہے (الا ماشاءاللہ) اور لوگ محض اسی عمل پر مطمئن نظر آتے ہیں۔

☆ ایک رسم جو فیس بک کے سبب چل نکلی ہے وہ یہ ہے کہ لوگوں نے دوہری جنس اپنا لی ہے۔ لڑکے اپنے آپ کو لڑکی اور لڑکیاں خود کو لڑکا ظاہر کر کے جنس مخالف کو دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہیں اور اس پر فخر کیا جاتا ہے کہ ہم کس طرح فلاں کو بے وقوف بنا رہے ہیں حالانکہ اُن سے بڑا احمق کوئی نہیں۔ فرمان نبوی ﷺ کے مطابق یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔

☆ فیس بک پر بیہودہ اور لغو اشتہارات کے ذریعے سے عوام کو برائی کی جانب مائل کیا جا رہا ہے۔ اس فحش ویب سائٹ پر ہر طرح کے بے ہودہ اشتہارات لگانے کی مکمل آزادی ہے اور اس آزادی کا استعمال کر کے خصوصاً نوجوانوں کو برائی اور بے حیائی کی جانب گامزن کیا جا رہا ہے۔

☆ فیس بک انتظامیہ خصوصی طور پر فحاشی و عریانی کو فروغ دینے میں پیش پیش ہے۔ اس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ انتظامیہ نے بعض کارآمد Pages کے ساتھ فحش Pages کو نتھی کیا ہوا ہے۔ اب جو شخص بھی اُن کارآمد Pages کو لائیک کرتا ہے تو فحش مواد بھی اس کے ساتھ آ جاتا ہے۔ انتظامیہ کی طرف سے ایسا کرنا یقیناً افسوس ناک عمل ہے۔

احتیاطی تدابیر:

☆ جب بھی log in ہوا جائے تو باوضو ہو کر ہوا جائے اور تعوذ و تسمیہ پڑھ لیا جائے، تاکہ اللہ کی حفاظت شامل ہو اور شیطان سے بچا جا سکے۔

☆ جب بھی log in ہوا جائے تو بامقصد ہوا جائے اور مقصد پایۂ تکمیل تک پہنچتے ہی log out کر دیا جائے۔

☆ بدنظری سے امکانی حد تک بچا جائے، کیونکہ یہ تمام برائیوں کا نقطۂ آغاز ہے۔

☆ گناہ کا خیال اور وسوسے آتے ہی log out کر دیا جائے اور استغفار کیا جائے۔

☆ ذاتی یا گھر کی تصاویر upload کرنے سے پرہیز کیا جائے، کیونکہ ان کا غلط استعمال کیا جا سکتا ہے۔

☆ بعض لوگ مختلف لوگوں کی طرف سے upload کی گئی احادیث اور اقوال صحابہؓ کو بغیر تحقیق کے آگے Share کرتے رہتے ہیں جو سخت گناہ کی بات اور جہنم میں داخلے کا باعث ہے۔ لہٰذا یہ نہایت قابل مذمت فعل ہے۔ اِس سے سختی سے اجتناب کیا جائے۔

نعت شریف

حسن نثار

تیرے ہوتے جنم لیا ہوتا — کوئی مجھ سا نہ دوسرا ہوتا
سانس لیتا تُو اور میں جی اُٹھتا — کاش مکّہ کی مَیں فضا ہوتا
ہجرتوں میں پڑاؤ ہوتا مَیں — اور تُو کچھ دیر کو رُکا ہوتا
تیرے حُجرے کے آس پاس کہیں — مَیں کوئی کچا راستہ ہوتا
بیچ طائف بوقت سنگ زنی — تیرے لب پہ بجی دُعا ہوتا
کسی غزوہ میں زخمی ہو کر مَیں — تیرے قدموں میں جا گرا ہوتا
کاش اُحد میں شریک ہو سکتا — اور باقی نہ پھر بچا ہوتا
تیری کملی کا سُوت کیوں نہ ہوا — تیرے شانوں پہ جھولتا ہوتا
چوب ہوتا میں تیری چوکھٹ کی — یا تیرے ہاتھ کا عصا ہوتا
تیری پاکیزہ زندگی کا مَیں — کوئی گمنام واقعہ ہوتا
لفظ ہوتا کسی مَیں آیت کا — جو تیرے ہونٹ سے ادا ہوتا
میں کوئی جنگجو عرب ہوتا — اور تیرے سامنے جھکا ہوتا
میں بھی ہوتا ترا غلام کوئی — لاکھ کہتا نہ میں رہا ہوتا
سوچتا ہوں تب جنم لیا ہوتا — جانے پھر کیا سے کیا ہُوا ہوتا

[طالب دعا: فرقان دانش]

ایم آئی ملالہ؟

خلافت فورم میں فکر انگیز مذاکرہ

میزبان: وسیم احمد

مہمانانِ گرامی:	پروفیسر غالب عطا (پنجاب یونیورسٹی)
	ایوب بیگ مرزا (ناظم نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

سوال: 16 سال کی عمر میں کئی عالمی ایوارڈز، اعزازی ڈگریاں اور نوبل انعام کے لیے نامزدگی کا اعزاز پانے والی ملالہ کی طالبان اور دینی طبقات مخالفت کیوں کرتے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: ملالہ ایشو کی مخالفت بے بنیاد نہیں، اِس کی ٹھوس وجوہات ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام کسی کو بھی زخمی کرنے یا مارنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اگر وہ بچی گل مکئی کے نام سے طالبان کے خلاف لکھتی تھی، تب بھی اسے گولی مار کر زخمی کیے جانے کا کوئی جواز نہیں بنتا۔ اگر وہ علمی طور پر طالبان کے خلاف ایسی باتیں لکھ رہی تھی تو بھی اسے گولی مارنے کا جواز نہیں تھا۔ بی بی سی پر اس کے نام سے جو پروگرام نشر ہوئے، اس کا علمی جواب دیا جانا چاہیے تھا۔ البتہ زخمی ہونے کے بعد اس کا باہر چلے جانا ناقابل فہم ہے۔ کیونکہ اس کے زخم کا علاج پاکستان میں بھی ہو سکتا تھا۔ اس کا باہر چلے جانا اور وہاں علاج ہونا اور چند دنوں میں کھڑے ہونے کے قابل ہو جانا یہ واضح کرتا ہے کہ زخمی ہونے کا معاملہ اتنا سیریس نہیں تھا جتنا دکھایا گیا۔ پھر جس طرح اس معاملے کو مغرب نے اُٹھایا ہے، اس نے بھی بہت سے سوالوں کو جنم دیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ ملالہ کو لایا کون ہے؟ ایک بچی زخمی ہوئی تو آسمان سر پر اُٹھا لیا گیا، جبکہ دنیا میں اپنے آپ کو تہذیب یافتہ کہنے والی قوم میں کیا کیا گل کھلا رہی ہیں۔ ڈرون حملوں کا معاملہ دیکھ لیجیے۔ بتایا گیا ہے کہ بہت سی عورتیں اور بچے جو ڈرون حملوں میں شہید ہو جاتے ہیں صرف ان کے پنجر ہاتھ لگتے ہیں، گوشت اُڑ کر درختوں کو جا لگتا ہے۔ مگر یہاں مغرب کو ظلم نظر نہیں آتا۔ ملالہ کا زخمی ہونے کے فوراً بعد ملک سے باہر چلے جانا اور وہاں ملکی مفادات کے خلاف کتاب لکھنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ سب کسی سوچی سمجھی سکیم کا حصہ ہے۔ ''I am Malala'' نامی کتاب اس نے خود نہیں لکھی، مشہور خاتون صحافی کرسٹینا لیمب نے لکھی ہے۔ کرسٹینا نے اسلام اور پاکستان کے خلاف ساری باتیں اس کے منہ میں ڈالی ہیں۔ یہ بات بھی ریکارڈ سے ثابت ہوتی ہے کہ بی بی سی کو طالبان کے خلاف گل مکئی کی ڈائری کے عنوان سے مواد بھیجا جاتا تھا وہ بھی ملالہ خود نہیں لکھتی تھی، بلکہ اس کا باپ یا کوئی رپورٹر لکھتا تھا۔ گویا کچھ عناصر نے اس بچی کو اپنا شیلٹر بنایا ہوا تھا۔ اگر اہل مغرب کو بچیوں کی تعلیم سے اتنی ہی دلچسپی ہے تو انہوں نے عراق کی ایک مظلوم بچی کا معاملہ کیوں نہیں اُٹھایا۔ عراق کی ایک بچی پڑھنے جاتی تھی۔ امریکی فوجی اس کو چھیڑتے اور تنگ کرتے تھے۔ اس کے باپ نے بچی کو سکول جانے سے روک دیا۔ اس کے بعد امریکی اس کے گھر میں داخل ہوئے اور اس کا ریپ کیا۔ اس درندگی پر آواز کیوں نہ اٹھائی گئی۔ پاکستان میں بھی ایسی بے شمار بچیاں ہیں جنہوں نے بے شمار رکاوٹوں کے باوجود تعلیم حاصل کی، اور اپنی صلاحیتوں کے جوہر دکھائے۔ 18 سال کی ایک لڑکی نے ایم اے کیا۔ فاطمہ نامی ایک بچی نے یونیورسٹی میں ریکارڈ قائم کیا۔ تعلیم کے حوالے سے اگر دیکھیں تو آپ کو پاکستان میں سینکڑوں ایسی بچیاں مل جائیں گی جن کی ذہانت اور تعلیم کے لیے جرأت و قربانی کی مثال دی جا سکتی ہے۔ انہوں نے گھر میں کڑھائی سلائی کا کام کر کے تعلیم حاصل کی، ان بچیوں کو سامنے کیوں نہیں لایا جاتا۔ دراصل مغرب کے اپنے خاص مقاصد ہیں۔ وہ اپنے مفادات کے تحت بعض واقعات کو استعمال کرتا ہے۔ مغرب کو پاکستان اور اسلام کے خلاف پروپیگنڈا کرنے کے لیے ایک بہانہ چاہیے تھا۔ چنانچہ ملالہ کو استعمال کیا گیا۔ ملالہ اور اس کے خاندان کے حوالے سے ایک بات بڑے افسوس سے کہوں گا کہ اس کے والد نے جو انداز اختیار کیا اس سے ایک امریکی کی اس بات کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ پاکستانی پیسے کے لیے ماں بھی بیچ دیتے ہیں۔ اس کے والد نے پیسوں کی خاطر قوم اور ملک کو بیچا ہے۔

سوال: از روئے حدیث علم حاصل کرنا ہر مرد اور عورت پر فرض ہے۔ اپنی زندگی کو خطرے میں ڈال کر علم حاصل کرنے پر اصرار، کیا یہ جرم ہے یا اعزاز کی بات؟

پروفیسر غالب عطا: یہ سوال اس اعتبار سے بڑا پیچیدہ ہے کہ یہ صرف ملالہ پر ہی صادق آ سکتا ہے۔ دراصل ملالہ کوئی ایشو نہیں تھا۔ ایشو اس وقت پیدا ہوا جب اس نے گل مکئی کے نام سے کالم لکھنا شروع کیے۔ بی بی سی کو ایک تقریر چاہیے تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ وہ تقریر خیبر پختونخوا سے کوئی لڑکی پڑھ دے۔ اس تقریر میں حقائق بالکل ہی توڑ مروڑ کر پیش کیے جاتے تھے۔ ملالہ کے والد ضیاء الدین یوسف زئی نے جن کا تعلق اے این پی سے ہے اور وہ کمیونسٹ پارٹی کے بڑے فعال اور سرگرم ممبر ہیں، اس کام کا بیڑا اُٹھا لیا اور اپنی بیٹی کو تقریر تیار کروا کے اس سے پڑھوا دی۔ وہاں سے یہ معاملہ شروع ہوا۔ پھر اس کے بعد گل مکئی کے نام سے کالم اس کے والد صاحب لکھ لکھ کر بھیجتے رہے۔ یہ ایک پروپیگنڈا مشینری کا حصہ تھا۔ افغانستان اور پاکستان کے اخبارات میں افغان جنگ کے دوران جو کچھ گل مکئی کے کالموں میں لکھا جا رہا تھا، وہ امریکہ اور برطانیہ کے مؤقف کو پروموٹ کر رہا تھا۔ ہم ملالہ کو بی بی سی کی ملازمہ کی حیثیت سے جانتے ہیں۔ جو کچھ ان کے کالموں میں لکھا گیا وہ اصل میں وہی کچھ تھا جو برطانوی حکومت اس سے کہلوانا چاہ رہی تھی۔ جب ملالہ زخمی ہوئی تو اسے برمنگھم اسپتال میں رکھا گیا۔ یہ وہ اسپتال ہے جہاں افغانستان اور دیگر ممالک سے برطانیہ اور نیٹو کے زخمی فوجی علاج کے لیے آتے ہیں۔ یہ امر اس بات کا غماز ہے کہ ملالہ دشمنوں کی سپاہ کا حصہ ہے۔ اس لیے اس کی جتنی پروموشن کی گئی وہ سمجھ میں آنے والی بات ہے۔ بیگ صاحب نے ملالہ کی جس کتاب کا حوالہ دیا اس میں سلمان رشدی کے حوالے سے کہا گیا کہ (معاذ اللہ) آزادی اظہار رائے کے تحت رشدی نے کوئی جرم نہیں کیا۔ اصل میں ملالہ کو جس تعلیم کے ساتھ جوڑا جا رہا ہے وہ مغرب کی مادر پدر آزاد تعلیم ہے۔ اسلام خواتین کی تعلیم کے کبھی خلاف نہیں رہا۔ اسلام علم حاصل کرنا ہر مرد اور عورت پر فرض قرار دیتا ہے۔ ریاست کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس فرض کو ادا کرے۔ لیکن جس تعلیم کے پروموٹر یہ

لوگ ہیں وہ تعلیم کیا ہے۔ CFR (کونسل فار فارن ریلیشن) میں ایک مضمون شائع ہوا جس میں انہوں نے کہا کہ ہمیں امریکہ سے 300 ملین ڈالر چاہئیں، تاکہ ہم پاکستان مصر اور لیبیا ایسے ممالک میں (جہاں اس وقت انتشار ہے اور مظلومیت کے نتیجے میں مسلمان بیدار ہو رہے ہیں) عوام کی ذہنیت تبدیل کر دیں۔ ذہنیت کو تبدیل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بنیادی نظریات اور اصطلاحات کو چیلنج کر دیا جائے۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے ایسی تنظیمیں بنائی ہیں جو مختلف یونیورسٹیوں اور این جی اوز کے ساتھ مل کر نصاب کو تبدیل کر رہی ہیں۔ ہمارے ہاں ایک بڑا اہم ادارہ ''خودی'' کے نام سے کام کر رہا ہے۔ اس نے یہ ذمہ داری لی ہے کہ لفظ ''اُمّہ'' کے معنی کو تبدیل کر دے۔ انہوں نے اُمّہ کے معنی کو ''کمیونٹی'' سے تبدیل کیا ہے۔ ''اُمّہ'' کی جگہ کمیونٹی کا لفظ لانے کا مطلب امت کی تقسیم ہے، کیونکہ افغان علیحدہ کمیونٹی، بلوچ علیحدہ کمیونٹی ہے۔ یہ دراصل رنگ، نسل اور زبان کی بنیاد پر تقسیم در تقسیم ایک فارمولا ہے جو اُمّہ کے بالکل متضاد چیز ہے۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ ہمارے دشمن اتنی گہرائی میں جا کر سارے نصاب کو تبدیل کر رہے ہیں، اور ہم خاموش ہیں۔ چند دن پہلے لاہور گرائمر سکول میں چھٹی کلاس کے نصاب سے اسلامیات کے مضمون کو غائب کر دیا گیا۔ اس کی جگہ انتظامیہ نے تقابلِ ادیان (Comparative Religions) پڑھانا شروع کر دیا، حالانکہ اسلامیات ایک لازمی مضمون ہے۔ سکول انتظامیہ نے ڈھٹائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا کہ ہمارا سکول پرائیویٹ ہے، ہم جو چاہیں پڑھائیں۔ تقابلِ ادیان کے تحت انہوں نے بتایا ہے کہ یہ ہندومت ہے، یہ سکھ مت ہے اور یہ اسلام ہے۔ ہر مذہب کے لیے دس دس صفحات رکھ دیے۔ عیسائیت کے لیے انہوں نے 30 صفحات رکھے ہیں۔ اس کتاب میں مزید مضامین یہ ہیں: اسقاطِ حمل، خدا موجود ہے یا نہیں؟ سائنس اور مذہب (جس میں بتایا گیا ہے کہ سائنس حقیقی علم دیتا ہے اور مذاہب نظریاتی ہوتے ہیں اور نظریہ کوئی یقینی علم نہیں ہوتا)۔ دوسری طرف انہوں نے سائنس کی کتاب میں مرد اور عورت کے درمیان جنسی اختلاط کی تفصیلات رکھ دی ہیں۔ جب میں نے یہ چیز ایم بی بی ایس ڈاکٹرز کو دکھائی کہ گائناکالوجیکل مضامین میں کیا اس طریقے سے لکھا ہوتا ہے، تو انہوں نے کہا کہ اس کا تعلق سائنس کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔ گوجرانوالہ کے اندر بھی اس قسم کی ایک کوشش ہو چکی ہے۔ وہاں ایک سکول میں جنسی تعلقات سمجھانے کے لیے لڑکے اور لڑکی کے برہنہ جسم کے مجسمے میز پر رکھے ہوئے ہیں جس کی تصاویر شائع ہو چکی ہیں۔ یہ نصاب 10 سال سے 15 سال کی لڑکیوں کو پڑھایا جا رہا ہے۔

سوال: جو لوگ پاکستان کے آئین اور عدلیہ کو نہیں مانتے اور جمہوریت کو کفر کہتے اور عورتوں کی تعلیم کے خلاف ہیں، کیا ان کے خیالات کو ترجیح دینی چاہیے یا اس کم سن بچی کے خیالات کو جسے پوری دنیا میں پذیرائی مل رہی ہے اور جس کی کتاب امریکی یونیورسٹی نے اپنے نصاب میں شامل کی ہے؟

ایوب بیگ مرزا: آئین کو ماننے کے حوالے سے میں عرض کروں گا کہ پاکستان میں کسی شخص یا حکومت کے کسی عہدیدار کا نام بتایئے جو پاکستان کے آئین کو فی الواقع تسلیم کرتا ہے۔ آئین میں لکھا ہے کہ پاکستان کا مذہب اسلام ہوگا اور پاکستان کے تمام مسلمان شہریوں کو دین پر عمل کرنے میں مدد دی جائے گی۔ کیا ایسا ہو رہا ہے؟ لہٰذا ہمارے ہاں آئین شکنی تو خود وزیراعظم کر رہا ہے، عوام کر رہے ہیں، ساری انتظامیہ کر رہی ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کہا کرتے تھے کہ پاکستان کا آئین منافقت کا پلندہ ہے۔ آئین کو حکمران نہیں مانتے، پھر اور کون مانے گا۔ انگلینڈ سے ایک صاحب اپنے ٹیلی فونک خطاب میں آئین کا جو حشر کرتے ہیں وہ ہم سب کے سامنے ہے۔ ملالہ یوسف زئی کی کتاب اس لیے امریکی یونیورسٹی میں پڑھائی جائے گی کہ اس کتاب کے صفحہ نمبر 30 میں اس طرح الفاظ لکھے ہیں کہ جس مولوی نے سلمان رشدی کو سب سے پہلے ہدف تنقید بنایا تھا وہ ایجنسیوں کا مولوی تھا۔ اس مولوی کی اس کتاب میں بڑی خبر لی گئی ہے اور اس پر بڑی تنقید کی گئی ہے۔ سلمان رشدی وہ شخص ہے جس کے بارے میں مسلمانوں نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا تھا کہ یہ شخص واجب القتل ہے۔ کسی مکتب فکر کا اس معاملے میں اختلاف نہیں ہے مگر اُس بدبخت کا اس کتاب میں دفاع کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے صفحہ نمبر 45 میں لکھا ہے کہ جب پاکستان کی 50 ویں سالگرہ تھی تو میرے والد نے اپنے بازو پر سیاہ پٹی باندھی تھی اور مجھے اپنے باپ کے اس کام پر فخر ہے۔ ایسی بچی کو کس طرح اسلام اور پاکستان کا بہی خواہ خیال کیا جا سکتا ہے۔ جو لوگ اس کو پروموٹ کر رہے ہیں گویا وہ پاکستان اور اسلام کو رد کر رہے ہیں۔ صفحہ نمبر 24 پر ضیاء الحق کا تمسخر اڑایا گیا ہے اور اس کا حلیہ بیان کیا گیا ہے۔ اسی طرح ملا محمد عمر مجاہد، جن کا ہر اس شخص کے دل میں احترام ہے، جن کا اسلام سے عملی تعلق ہے، کے بارے میں اس نے ہتک آمیز انداز میں لکھا ہے One eyed Mullah۔ یاد رہے کہ ملا عمر کی ایک آنکھ جہاد میں زخمی ہو گئی تھی۔ اس کتاب کی پذیرائی ہو ملالہ کے لیے نہیں ہو رہی بلکہ اسلام کے خلاف مواد کی بنا پر ہو رہی ہے۔ جو بھی اسلام کے خلاف لکھ دے اس کو پذیرائی ملے گی اور وہ مغرب کا ہیرو ہو گا۔ اسی وجہ سے یہ بچی مغرب کی ہیروئن بنی ہوئی ہے۔ میڈیا نے یہ تو بتایا کہ ملالہ کو یہ اعزازات ملے ہیں، لیکن یہ نہیں بتایا کہ اس کے ساتھ اُسے کتنے ڈالر ملے ہیں۔ اصل گیم تو ڈالروں کی ہے۔ یہ ڈالر ڈالر کھیلا جا رہا ہے۔ ڈالروں کی خاطر اپنے ملک، اپنے وطن، اپنے دین، اپنے بڑوں کی رسوائی کی جا رہی ہے۔ ہم مغرب سے کیا شکوہ کریں وہ ہمارے کھلے دشمن ہیں۔ مسلمانوں کی یہود و نصاریٰ سے پرانی دشمنی ہے۔ پہلے یہودی اور عیسائی دونوں ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ اب یہ دونوں مسلمانوں کے خلاف اکٹھے ہو چکے ہیں۔ لہٰذا میرا گلہ عیسائیوں، برطانیہ یا امریکہ سے نہیں، ہمیں ان سے یہی توقع ہے، وہ یہی کچھ کریں گے۔ ہمیں ان لوگوں کو ڈھونڈنا چاہیے جو کھاتے اس ملک کا ہیں اور وفاداری غیروں سے کرتے ہیں، جو اپنے ملک دشمنوں کے ایجنڈے پر کام کرتے ہیں۔ ہمیں دیکھنا ہو گا وہ کون ہیں جو اس بچی کے منہ میں الفاظ ڈال رہے ہیں۔ یہ کتاب اصلاً کس نے لکھی ہے۔ یہ گندا اور بے ہودہ کھیل اسلام اور پاکستان کے حوالے سے کون کھیل رہا ہے۔ مجھے اپنے ان سیکولر حضرات پر حیرت ہے جو میڈیا میں چھائے ہوئے ہیں کہ اسلام اور پاکستان دشمن مواد پڑھنے کے باوجود اس کتاب کو پاکستان کا اعزاز کہہ رہے ہیں۔ چنانچہ ان کی حب الوطنی کے حوالے سے سوال کھڑا ہوتا ہے کہ وہ ایسا کیوں کر رہے ہیں، اگرچہ ان کے اسلام کے حوالے سے بھی سوال کھڑا ہوتا ہے لیکن اس کی بارے میں کچھ کہنا نہیں چاہتا۔

سوال: ملالہ کی پاکستان واپسی کی صورت میں اُس پر دوبارہ حملہ کرنے کے طالبان کے بیان کو آپ کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: یہ بیان تحریک طالبان پاکستان کی طرف سے آیا ہے جبکہ افغان طالبان کے سربراہ ملا عمر تحریکِ طالبان پاکستان کے بہت سے بیانات سے ماضی میں بھی اعلانِ لاتعلقی کر چکے ہیں۔ تحریکِ طالبان پاکستان کا معاملہ بڑا پیچیدہ ہے۔ اس میں کئی گروپس ہیں۔ اس میں کچھ لوگ وہ ہیں جن پر یا تو ہم نے ناجائز بمباری کی یا

پھر ڈرون حملوں میں ایک ایک گھرانے کے 16 افراد میں سے 14 کو مار دیا گیا۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل نے یہ کہا ہے کہ ان حملوں میں 1.5% ٹارگٹڈ لوگ ہیں جبکہ 98.5 فی صد عام شہری مارے گئے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ ٹارگٹڈ لوگوں کی شرح اِس سے بھی کم ہے۔ یہ ڈرون حملے جان بوجھ کر عام شہریوں پر کیے جاتے ہیں۔ اور جن شہریوں پر ڈرون حملے ہوتے ہیں، اُن کا حکومت پاکستان کے خلاف انتقامی جذبہ فطری ہے۔ جس گھر کے 14 افراد اس طرح ہلاک ہو جائیں، کیا اُس کے زندہ رہ جانے والے شخص کا ذہن نارمل رہے گا؟ لہٰذا ایسے مظلوم لوگ غیروں کے ہاتھ استعمال ہوجاتے ہیں۔ اس کے علاوہ طالبان پاکستان میں کچھ مخلص لوگ وہ ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ امریکہ ہمیں مار رہا ہے، چونکہ پاکستان اس کو سپورٹ کر رہا ہے اور اس کا اتحادی ہے، لہٰذا دشمن کی مدد کرنے والا پاکستان بھی ہمارا دشمن ہوا۔ اگر پاکستانی امریکہ سے پیسے، بارود یا اسلحہ لے کر ہمیں مارتے ہیں تو ہم بھی کسی سے اسلحہ یا بارود لے کر انھیں کیوں نہ ماریں۔ اس منطق کا ہمارے پاس کیا جواب ہے؟ یہ کہہ دینا آسان ہے کہ انھیں اس پر صبر وتحمل کا مظاہرہ کرنا چاہیے لیکن جس شخص کا باپ یا بھائی قتل ہوا ہو، وہی جانتا ہے کہ اس پر کیا بیت رہی ہے۔ پختون وہ لوگ ہیں جو ساری زندگی باپ کے قاتل کو ڈھونڈنے میں لگا دیتے تھے اور اُسے مار کر ہی دم لیتے ہیں۔ یہ قبائلی لوگ بات کو اس طرح نہیں بھولتے جس طرح ہم بھول جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ کچھ جرائم پیشہ لوگ بھی طالبان کے نام پر کارروائیاں کرتے ہیں۔ جبکہ سی آئی اے، را اور موساد کے باقاعدہ ایجنٹ بھی طالبان کا نام استعمال کرتے ہیں۔ اس طرح طالبان کے مختلف گروپس ہیں۔ جہاں تک ملالہ یوسف زئی کو طالبان پاکستان کی طرف سے دھمکی دینے کا معاملہ ہے تو میں گولی کی زبان کے خلاف ہوں۔ انھیں ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ غلط کام طالبان کریں یا غیر طالبان، درست نہیں ہوسکتا۔ ویسے تو کوئی توقع نہیں کہ وہ واپس آئے لیکن اگر وہ واپس آتی ہے تو ان لوگوں کو علمی اور سیاسی سطح پر اس کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ اس کا مقابلہ دینی تعلیم کو بڑھا کر کرنا چاہیے۔ جس قسم کے نصاب بن گئے ہیں، اس نصاب کو تبدیل کروانے کی جدوجہد کر کے مقابلہ کیا جائے۔ گولی کی زبان سے اس کا مقابلہ نہیں کرنا چاہیے۔

سوال: پاکستان میں خواتین کی آبادی کا تناسب تقریباً 50% ہے۔ کیا ہم نصف آبادی کو تعلیم سے دور رکھ کر دنیا میں ترقی کر پائیں گے۔ اگر آپ خواتین کو تعلیم دینے کے خلاف نہیں ہیں تو آپ کے پاس موجودہ نظام تعلیم کا متبادل کیا ہے جو اِس سے مختلف اور مؤثر ہو؟

ایوب بیگ مرزا: پاکستان کے مسلمانوں سے کم از کم میں نے آج تک کوئی ایسی آواز نہیں سنی جس میں یہ کہا گیا ہو کہ عورتوں کو تعلیم حاصل نہیں کرنی چاہیے۔ یہ جو طالبان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ خواتین کی تعلیم کے خلاف ہیں غلط ہے، وہ اس کی تردید کر چکے ہیں۔ ان کے ایک ترجمان نے ٹی وی پر آ کر کہا کہ ہم نے عورتوں کی تعلیم کو پروموٹ کرنے کے لیے کیا پروگرام بنایا ہے۔ اس نے تمام منصوبوں کی تفاصیل بتائیں جو وہ عورتوں کی تعلیم کے لیے بنا رہے ہیں۔ یہ دراصل مغرب کا پروپیگنڈا ہے کہ طالبان تعلیم نسواں کے خلاف ہیں۔ اگر وہ اس طرح کی باتیں نہ پھیلائیں تو کس طرح اسلام اور اسلام کے حوالے سے لوگوں کے خیالات کو مسخ کریں۔ جہاں تک متبادل نظام کا تعلق ہے تو پہلی بات یہ ہے کہ ہمارے ہاں تعلیم کا دوہرا اور تہرا سسٹم ہے، اُسے ختم کیا جائے۔ یکساں نصاب تعلیم رائج کیا جائے۔ نصاب تعلیم ایسا ہو جو ایک پاکستانی مرد یا عورت کو عالمی سطح پر ایک اچھا انسان، ایک اچھا مسلمان، ایک اچھا پاکستانی بنائے۔ کم از کم یہ بات ہو کہ میٹرک کا سٹوڈنٹ جب قرآن پاک پڑھے تو اسے کسی ترجمے کی ضرورت نہ ہو۔

پروفیسر غالب عطا: 15 سال تک ہر مسلمان (مرد وعورت) کو حلال وحرام کے بارے میں معلوم ہونا چاہیے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ان کو کوئی مہارت آنی چاہیے تاکہ وہ کوئی کاروبار کر سکیں۔ یہ دو چیزیں ہمارے نظام تعلیم میں ہونی چاہئیں۔ یہ ریاست کی ذمہ داری ہے۔

ایوب بیگ مرزا: انگریزی پڑھنے اور سیکھنے میں کوئی حرج نہیں، لیکن عربی زبان قرآن کی زبان ہے، اس کی تعلیم لازمی ہونی چاہیے۔ ساری زبانیں ہمیں خدا نے ہی عطا کی ہیں۔ انگریزوں کو بھی اللہ نے ہی انگریزی بولنی سکھائی ہے۔ لہٰذا انگریزی سیکھنے میں حرج نہیں ہے۔ لیکن ہمیں اپنے دین کی زبان ضرور سیکھنی چاہیے، تاکہ اپنے دینی تعلیمات سے واقفیت ہو۔

پروفیسر غالب عطا: حضرت عمرؓ کا فرمان ہے کہ جس قوم یا ملک کو فتح کرنا ہو اس کی زبان سیکھو، لہٰذا کوئی حرج نہیں کہ انگریزی سکھائی جائے۔ اِسی طرح خواتین کو میڈیکل کی تعلیم دینا بھی ہماری ضرورت ہے۔ لیڈی ڈاکٹرز بنائی جائیں، تاکہ ہماری عورتوں کا علاج ہو سکے۔ ہمارے ہاں نرس کا تصور ہی عورت سے جڑا ہوا ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ مردوں کے لیے میل نرس کیوں نہ ہو؟ وہ کون سا کام ہے جو فی میل نرس کر سکتی ہے اور میل نرس نہیں کر سکتا؟ مردوں کے لیے میل نرس اور عورتوں کے لیے فی میل نرسیں ہوں۔ اسی طرح تعلیم میں پرائمری تک مخلوط تعلیم ہو سکتی ہے، لیکن اس کے بعد اختلاط نہیں ہونا چاہیے۔ پردے کا نظام ہونا چاہیے۔ پردے کے نظام کے حوالے سے جو بھی جدید تعلیم ہے وہ دی جانی چاہیے۔ میں نہیں سمجھتا کہ پاکستان میں کوئی ایک شخص بھی اس کا مخالف ملے گا۔ اگر ہم نے یہ کر لیا تو پھر کسی ملالہ کو اسلام اور پاکستان کی خلاف استعمال نہیں کیا جا سکے گا۔ [مرتب: فرقان دانش]

قارئین اس پروگرام کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی آفیشل ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر خلافت فورم کے عنوان سے دیکھی جاسکتی ہے۔

کیا آپ جاننا چاہتے ہیں کہ

- ازروئے قرآن حکیم ہمارا دین کیا ہے؟
- ہماری دینی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
- نیکی، تقویٰ اور جہاد کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تو مرکزی انجمن خدام القرآن کے جاری کردہ مندرجہ ذیل خط و کتابت کورسز سے فائدہ اٹھائیے:

(1) قرآن حکیم کی فکری وعملی راہنمائی کورس
(2) عربی گرامر کورس (I، II، III)
(3) ترجمہ قرآن کریم کورس

مزید تفصیلات اور پراسپیکٹس (مع جوابی لفافہ) کے لئے رابطہ:

شعبہ خط و کتابت کورسز

قرآن اکیڈمی 36۔ کے، ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 35869501-3
E-mail: distancelearning@tanzeem.org

مبشرِ پاکستان حضرت علامہ اقبالؒ

فرقان دانش

خاندانی پس منظر

علامہ اقبال کے اجداد ہندو برہمن تھے۔ مغلوں کے دورِحکومت میں کشمیر میں بے شمار صوفیائے کرام تشریف لائے، جنہوں نے اپنے اعلیٰ کردار اور حسن سلوک سے مقامی ہندو آبادی کو اپنا گرویدہ بنالیا تھا اور وہ جوق در جوق اسلام قبول کرکے ان کے حلقۂ ارادت میں شامل ہونے لگے تھے۔1650ء کے لگ بھگ سری نگر میں ایک سید درویش نامی صوفی وارد ہوئے۔ علامہ اقبال کے جدامجد بھی اُن کی زیارت کے لیے سری نگر آئے۔ اور انہوں نے اس درویش کے ہاتھ پر اسلام قبول کرلیا۔ اسلام قبول کرنے کے بعداُن کا نام صالح رکھا گیا اور وہ بعدازاں ''بابا صالح'' کے نام سے مشہور ہوئے۔ سید درویش نے ان کے تقویٰ سے متاثر ہوکر اپنی دختر نیک اختر کا نکاح بھی ان سے کردیا۔

علامہ اقبال کے ایک جد شیخ محمد رفیق کی پہلی شادی سیالکوٹ کے ایک کشمیری خاندان میں ہوئی۔ اس بیوی سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ دوسری شادی جلال پور جٹاں کے ایک کشمیر خاندان میں ہوئی۔ اس بیوی سے دس لڑکے پیدا ہوئے، لیکن سب ایک ایک کرکے داغ مفارقت دے گئے۔ شیخ نورمحمد (علامہ اقبال کے والد) گیارہویں اولاد تھے۔

شیخ نورمحمد کو تصوف کا ذوق ورثے میں ملا تھا۔ پھر بچپن ہی سے اہل دین کی صحبتوں نے اس ذوق کو شوق کی حد تک بڑھادیا تھا۔ چنانچہ اَن پڑھ ہونے کے باوجود تصوف کے معاملات ومسائل سے بخوبی آگاہ تھے۔

شیخ نورمحمد کے ہاں دو لڑکے اور تین لڑکیاں ہوئیں۔ بڑے لڑکے کا نام شیخ عطا محمد اور چھوٹے لڑکے کا نام محمد اقبال تھا۔

پیدائش اور بچپن

اقبال 9 نومبر 1877ء بمطابق 3 ذی قعدہ 1294ھ کو سیالکوٹ کے محلہ چودھری وہاب میں (جسے آج کل اقبال سٹریٹ کے نام سے پکارا جاتا ہے) پیدا ہوئے۔ نومولود کا نام اُس کی والدہ نے ''محمد اقبال'' رکھا۔

اقبال ابھی دوسال کے تھے کہ کسی بیماری میں جونکیں لگانے کا علاج تجویز کیا گیا۔ کنپٹی پر جونکیں لگانے سے دائیں آنکھ سے کافی مقدار میں خون خارج ہوگیا، جس کی وجہ سے داہنی آنکھ کی بصارت ہمیشہ کے لیے جاتی رہی۔ لیکن بائیں آنکھ کی بینائی اس قدر تیز تھی کہ انہیں آخری عمر تک بھی دائیں آنکھ کی بصارت چلے جانے کا احساس نہ ہوا۔

ابتدائی تعلیم قدیم اور روایتی طرز کے مکتب میں حاصل کی۔ پہلے انہیں مولانا غلام حسن کے مکتب میں بٹھایا گیا۔ بعدازاں مولوی میر حسن کے مکتب میں درس لینے کے بعد انہی کے مشورے پر انہیں سیالکوٹ کے سکاچ مشن سکول میں داخل کرادیا گیا۔ یہاں سے پانچویں جماعت کا امتحان امتیازی حیثیت میں پاس کرنے پر وظیفہ ملا۔ 1891ء میں مڈل اور 1893ء میں میٹرک پاس کیا۔

لاہور میں آمد

اُن دنوں سکاچ مشن کالج، سیالکوٹ میں بی اے کی کلاسوں کا اجراء نہیں ہوا تھا (اس وقت تک وہ ''مرے کالج'' کے نام سے منسوب نہیں ہوا تھا)۔ چنانچہ اقبال نے گورنمنٹ کالج لاہور میں بی اے میں داخلہ لے لیا۔

1897ء میں بی اے کا امتحان سیکنڈ ڈویژن میں پاس کیا اور عربی میں اوّل آنے پر وظیفے کے علاوہ سونے کے دو تمغے بھی حاصل کیے۔ اسی سال انہوں نے ایم اے (فلسفہ) میں داخلہ لیا، جہاں انہیں سرٹامس آرنلڈ کی شاگردی کا فخر حاصل ہوا۔ آرنلڈ لاہور آنے سے پہلے علی گڑھ میں دس سال تک فلسفہ پڑھا چکے تھے، اور اس دوران میں انہوں نے مولانا شبلی سے عربی کی تعلیم بھی حاصل کرلی تھی۔

شاعری کا آغاز

اقبال نے سیالکوٹ کے سکاچ مشن کالج کی طالب علمی کے زمانے میں شعر کہنا شروع کردیے تھے۔ پہلے پنجابی میں شعر کہتے رہے۔ پھر مولوی میر حسن کے مشورے پر اُردو میں کہنے لگے۔ سیالکوٹ میں ہونے والے اردو مشاعروں میں بھی حصہ لیتے رہے۔ شاعری کی طرف اقبال کے رجحان کے پس منظر میں میر حسن کی ذات نظر آتی ہے جو خود بھی اُردو اور فارسی کا عمدہ ذوق رکھتے تھے۔

جب اقبال نے گورنمنٹ کالج لاہور میں داخلہ لیا تو ان کا یہ شوق پہلے سے کہیں زیادہ ترقی کرگیا۔ اب وہ بذریعہ خط وکتابت داغ کے شاگرد بن گئے اور انہیں اپنی غزلیں بغرضِ اصلاح بھیجنے لگے۔ اُن دنوں داغ دہلوی حیدرآباد دکن کے دربار سے منسلک تھے۔ چند غزلوں میں معمولی سی اصلاح کے بعد داغ نے انہیں صاف صاف کہہ دیا کہ ان کا کلام اصلاح سے بے نیاز ہے۔

داغ دہلوی کے علاوہ اقبال نے لاہور کے ایک ممتاز شاعر ارشد گوگانی سے بھی اصلاح لی۔ علاوہ ازیں اقبال لاہور کے مشاعروں میں باقاعدگی سے حصہ لیتے رہے۔ یہ مشاعرے بازار حکیماں (اندرون بھاٹی گیٹ) میں ''انجمن مشاعرہ اتحاد'' کے زیراہتمام منعقد ہوتے تھے۔

یورپ کا سفر

یورپ میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کا خیال علامہ اقبال کے ذہن میں کس طرح آیا؟ اس سلسلے میں کوئی حتمی بات نہیں کی جاسکتی۔ دراصل کئی عوامل مل کر فیصلہ کن ثابت ہوئے۔ ایک واقعہ ان کا ''ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر'' کے لیے مقابلے کے امتحان میں بیٹھنا تھا۔ یہ امتحان 1901ء میں ہوا تھا۔ اُمید تھی کہ اقبال اس میں امتیازی حیثیت سے کامیاب ہوجائیں گے، لیکن میڈیکل بورڈ نے دائیں آنکھ کے نقص کی بنیاد پر ''غیر موزوں'' قرار دے دیا۔ اس کھلی دھاندلی پر خوب شور مچا۔ منشی محمد دین فوق اور منشی محبوب عالم (مدیر ''پیسہ اخبار'') نے بہت احتجاج کیا، لیکن حکومت کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ شاید اسی واقعے سے دل برداشتہ ہوکر اقبال نے یورپ جانے کا فیصلہ کیا۔

1905ء میں اقبال نے کیمبرج یونیورسٹی کے ٹرینٹی کالج میں داخلہ لے لیا۔ اسی کالج سے بی اے کی ڈگری حاصل کی۔ اس کے بعد لندن کے لاء کالج ''لنکن ان'' میں قانون کی تعلیم حاصل کرنے لگے۔ اسی دوران میں آپ نے میونخ یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کے لیے ''فلسفہ عجم'' پر مقالہ لکھنے کا آغاز کردیا۔ آپ نے اپنا مقالہ انگریزی میں لکھا۔ 28 اگست 1907ء کو میونخ پہنچے۔ وہاں پروفیسر ''ران'' کی بیٹی ان کی معلم اور اتالیق رہی۔ 30 اگست کو آپ ہائیڈل برگ میں مقیم ہوگئے (چنانچہ اب وہاں ایک تختی نصب کی گئی ہے جس میں اقبال کا نام اور ان کے قیام

کی تاریخیں درج ہیں)۔ 4 نومبر 1907ء کو میونخ یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد لندن واپس آئے اور ''لنکن ان'' سے بیرسٹری کا امتحان پاس کیا۔ اس کے علاوہ معاشیات اور سیاسیات کے مطالعے کے لیے ''لندن سکول آف اکنامکس'' میں داخلہ لیا، اور کیمبرج یونیورسٹی سے ''فلسفہ اخلاق'' کے موضوع پر مقالہ لکھ کر ڈگری بھی حاصل کی۔

قیام یورپ کا زمانہ اقبال کے ذہنی نشوونما میں ایک نہایت اہم دور قرار دیا جاسکتا ہے، کیونکہ اس دور میں اقبال کے تخیلات میں بڑی اہم تبدیلیاں واقع ہوئیں اور انہوں نے اپنے لیے ایک منزل کا تعین کیا۔ اس ضمن میں سب سے نمایاں بات یہ ہے کہ انگلستان کی مادی خوشحالی سے پیدا ہونے والی لادینیت اور بے راہ روی نے اقبال پر اُلٹا اثر کیا اور یوں اسلامی تعلیمات و معاملات اور شعائر میں ان کا شغف پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گیا۔

قیام یورپ کے دوران میں عملی جدوجہد کی برکتیں کچھ اس طرح روشن ہوئیں کہ اقبال نے شاعری چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا، لیکن شیخ عبدالقادر اور سر آرنلڈ کے اصرار پر یہ ارادہ ترک کرنا پڑا۔ اس سلسلے میں جو دوسری اہم تبدیلی واقع ہوئی، وہ فارسی کو اپنے اظہار کے لیے برتنا تھا۔ اب اقبال نے زیادہ تر فارسی کو اپنے خیالات کے اظہار کا وسیلہ بنایا۔ قیام یورپ کے آخری ایام میں پروفیسر آرنلڈ کی رخصت کے دوران چھ ماہ تک لندن میں عربی کے پروفیسر رہے اور تین برس کے قیام کے بعد متعدد ڈگریوں کے ساتھ واپس وطن لوٹے۔

واپسی کے بعد جلد ہی وہ گورنمنٹ کالج لاہور میں فلسفہ پڑھانے لگے۔ اس کے علاوہ انہوں نے برطانوی راج کے محکوم ہندوستانی مسلمانوں کی حالتِ زار کو عیاں کرنے میں گہری دلچسپی لی۔ وہ بیسویں صدی کے ایک معروف شاعر، فلسفی، مصنف، قانون دان، سیاستدان، مسلم صوفی اور تحریک پاکستان کی اہم ترین شخصیات میں سے ایک تھے۔ اُردو اور فارسی میں شاعری کرتے تھے اور یہی ان کی بنیادی وجہ شہرت ہے۔ شاعری میں بنیادی رجحان تصوف اور احیائے امت کی طرف تھا۔ The Re-construction of religious thougt in Islam کے نام سے انگریزی میں ایک کتاب بھی تحریر کی۔ 1922ء میں حکومت کی طرف سے سر کا خطاب ملا۔ 1931ء میں آپ نے گول میز کانفرنس میں شرکت کر کے مسلمانوں کی نمائندگی کی۔

یورپ روانگی سے قبل اقبال ایک آزاد خیال قوم پرست اور انڈین نیشنل کانگریس کے ہمدرد تھے۔ اب وہ اپنے نکتہ نظر میں مسلمانوں کی علیحدگی پسند آل انڈیا مسلم لیگ کی حمایت کرنے والے بن گئے تھے۔ 1926ء میں اقبال پنجاب مجلس قانون ساز کے ممبر منتخب ہوئے اور آل انڈیا مسلم لیگ سے نزدیک تر ہو گئے۔ انہوں نے ہندوستان کی مجوزہ آزادی کے بعد ہندو حکومت کو تسلیم کرنے کی بجائے ایک علیحدہ مسلمان وطن کے لیے زیادہ سے زیادہ حمایت کا اظہار کیا۔ درحقیقت شمالی مغربی ہندوستان میں مسلم اکثریت والے علاقوں پر مشتمل ایک علیحدہ مسلمان وطن بنانے کا تصور سب سے پہلے اقبال نے ہی 1930ء میں اپنی زیر صدارت مشہور خطبہ الٰہ آباد میں پیش کیا تھا۔ اسی لیے بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ آپ کو ''مبشر پاکستان'' کہا کرتے تھے۔

بلا مبالغہ علامہ اقبال کی تعلیمات اور قائداعظم کی ان تھک کوششوں سے ہی ملک آزاد ہوا اور پاکستان معرضِ وجود میں آیا، لیکن پاکستان کی آزادی سے پہلے ہی 21 اپریل 1938ء بمطابق 20 صفر 1357ھ میں علامہ انتقال کر گئے۔ ایک عظیم شاعر اور مفکر کے طور پر قوم ہمیشہ ان کی احسان مند رہے گی۔

ضرورت ہے

ہمیں اپنے کاروبار (فیکٹریوں میں کوئلہ سپلائی) کے لیے ذمہ دار دوستوں کی ضرورت ہے، جو پورے پاکستان میں ہمارے ڈیلر بن کر کام کریں۔ صرف رفقائے تنظیم رابطہ کریں۔

برائے رابطہ: 0333-8494804

ضرورت برائے خطیب و امام مسجد

ایک مسجد کے لیے ایسے خطیب و امام کی ضرورت ہے جو ایک سالہ قرآن فہمی کورس کر چکے ہوں، تنظیم اسلامی کے ملتزم رفیق اور شادی شدہ ہوں (ایسے حضرات قابل ترجیح ہوں گے جن کی اہلیہ عالمہ ہوں) مناسب تنخواہ کے ساتھ فیملی کے لیے رہائش اور دیگر سہولیات فراہم کی جائیں گی۔

برائے رابطہ: 0345-2006115

دعائے صحت کی اپیل

☆ آفتاف الرحمٰن رفیق تنظیم اسلامی سمن آباد لاہور کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں صحت کاملہ عاجلہ عطا فرمائے۔ قارئین سے بھی اُن کے لیے دعائے صحت کی اپیل ہے۔

دعائے مغفرت

☆ چوہنگ (لاہور) کے رفیق تنظیم اسلامی قاری یٰسین کے بھتیجے کا انتقال ہو گیا۔

☆ ملتزم رفیق سیالکوٹ جنوبی عفان شعیب کے دادا قضائے الٰہی سے وفات پا گئے۔

☆ ملتزم رفیق گجرات محمد عرفان ڈار کا کمسن بیٹا انتقال کر گیا۔ اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے۔

رفقاء واحباب سے بھی دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهُمْ وَارْحَمْهُمْ وَاَدْخِلْهُمْ فِيْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهُمْ حِسَابًا يَّسِيْرًا

ضرورت رشتہ

☆ بیٹی، عمر 21 سال، تعلیم دورۂ تفسیر مکمل، تجوید و قراءت، ایم اے اردو (آخری سال) کے لیے دینی گھرانے سے رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0321-4539613

☆ لاہور میں رہائش پذیر شخص، عمر 30 سال، تعلیم بی اے، سرکاری ملازم کے لیے دینی گھرانے کی لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی قید نہیں۔

برائے رابطہ: 0323-5305650

☆ لاہور میں مقیم فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 27 سال، سرکاری ملازم کو عقد ثانی کے لیے (پہلی بیوی سے بوجوہ علیحدگی ہو چکی ہے) کے لیے، امور خانہ داری میں ماہر لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔

برائے رابطہ: 0332-4551168

☆ راولپنڈی میں رہائش پذیر آرائیں فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 30 سال، قد "5.8، تعلیم ڈبل ایم اے (ایم بی اے، ایم ایس سی کمپیوٹر سائنس) سعودی عرب میں ملازم کے لیے دین دار گھرانے سے رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0344-5514627

☆ بیٹی، عمر 38 سال، کنواری، تعلیم گریجویشن کے لیے دینی مزاج کے حامل لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی قید نہیں۔

برائے رابطہ: 0300-4772324

☆ لاہور میں مقیم فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 30 سال، قد "5.5، تعلیم ایم ایس سی سائیکالوجی، شرعی پردہ کی پابند کے لیے دینی مزاج کے حامل برسرِ روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0322-4870016

امیر تنظیم اسلامی کا سالانہ دورۂ حلقہ خیبر پی کے جنوبی و سہ ماہی اجتماع

امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب حفظہ اللہ نے حسب روایت 29 ستمبر 2013ء کو پشاور کا سالانہ دورہ کیا۔ امیر محترم کے دورہ کی مناسبت سے مسجد ابوبکر صدیق ؓ سعد اللہ جان کالونی میں حلقہ کا سہ ماہی اجتماع کا انعقاد کیا گیا تھا۔ اجتماع کا آغاز 8 بجے ہوا۔ مقامی ناظم تربیت انجینئر یوسف علی نے افتتاحی گفتگو کے ساتھ آداب مجلس بیان کیے۔ اُن کے بعد اُسرہ مردان کے نائب نقیب محمد عادل نے درس قرآن دیا۔ انجینئر یوسف علی نے تزکیہ نفس کے موضوع پر مذاکرہ کروایا۔ اس کے بعد چائے کا وقفہ ہوا۔ امیر محترم صبح 10 بجے مرکز حلقہ تشریف لائے۔ انہوں نے رفقاء سے فرداً فرداً ملاقات کی، بعدازاں مسجد کے نچلے ہال میں اُن کی رفقاء کے ساتھ نشست ہوئی۔ ناظم حلقہ نے امیر محترم کو خوش آمدید کہا، اور اُن سے حلقہ اور حلقہ کے ذمہ داران اور امرائے تنظیم کا تعارف کروایا۔ امراء نے نقباء اور نقباء نے نئے رفقاء کا تفصیلی تعارف کروایا۔ بعدازاں سوال و جواب کی نشست ہوئی، امیر محترم نے رفقاء کے سوالوں کے جوابات دیے اور مختصر اختتامی خطاب فرمایا۔ خطاب کے بعد نئے رفقاء نے امیر محترم کے ہاتھ پر بیعت کی اور اُن کے ساتھ عہد و پیمان کر کے غلبہ دینِ حق کے قافلہ کے ساتھی بنے۔ اس اجتماع کی خصوصیت اجتماع میں رفقاء کی بھرپور حاضری اور بعض بزرگ رفقاء کی شرکت تھی۔ 1980ء سے وابستہ رفیق محترم محمد صادق بھٹی ڈیرہ اسماعیل خان سے تشریف لائے۔ اسی طرح نہایت ہی بزرگ ساتھی مولانا حضرت گل صاحب صوابی سے تشریف لائے اور اپنی ٹانگوں کی معذوری کے باوجود اجتماع میں شامل ہوئے۔ دوران اجتماع قصہ خوانی بازار پشاور میں ہونے والے بم دھماکے کی خبر نے حاضرین کو غمزدہ کر دیا۔

نماز ظہر کی ادائی اور ظہرانے کے بعد امیر محترم نے حلقہ کے ذمہ داران، امراء تنظیم اور نقباء منفرد اُسرہ جات سے علیحدگی میں ملاقات کی، ان سے تفصیلی تعارف حاصل کیا اور مختلف امور پر ان سے مشورہ کیا، جبکہ باقی رفقاء نے قاضی فضل حکیم کے لیکچر ''ہمارے غم کیا ہیں اور کیا ہونے چاہئیں'' میں شرکت کی۔ بعد نماز عصر جامع مسجد عثمانیہ کے مہتمم و مدیر اعلیٰ ماہنامہ العصر شیخ الحدیث مفتی غلام الرحمٰن صاحب کی عیادت و ملاقات کا پروگرام ترتیب دیا گیا۔ آپ ماضی قریب میں ایجوکیشن کمیشن صوبہ خیبر پختونخوا کے چیئرمین اور بینک آف خیبر کی اسلامی بینکاری میں شریعہ بورڈ کے ممبر رہ چکے ہیں۔ امیر محترم ناظم حلقہ خورشید انجم، محترم میجر (ر) فتح محمد اور راقم کے ہمراہ جامعہ عثمانیہ نوتھیہ روانہ ہوئے۔ جامعہ عثمانیہ میں پہنچے تو وہاں مفتی صاحب کی صدارت میں مجلس فقہی کا اجلاس ہو رہا تھا، جس میں دس مفتیان کرام اور درجہ تخصص فی الفقہ کے سال دوم کے 12 طلبہ شریک تھے۔ مفتی صاحب نے تنظیم کے وفد کو اس اجلاس میں شرکت اور فقہاء کرام سے ملاقات کا موقع عنایت فرمایا۔ مفتی صاحب نے مجلس میں موجود تمام مفتیان کرام سے فرداً فرداً تعارف کروایا۔ انہوں نے بانی تنظیم اسلامی رحمہ اللہ کا تذکرہ بڑے محبت کے پیرائے میں کیا اور قرآن کے ساتھ ان کے عشق و محبت اور اُن کی قرآنی خدمات کو سراہا۔ انہوں نے حسبہ بل کے حوالے سے قرآن اکیڈمی لاہور میں بانی محترم کے ساتھ اپنی ایک ملاقات کا تذکرہ بھی کیا، جس میں امیر محترم بھی موجود تھے۔ امیر محترم نے مولانا صاحب کے اصرار پر مجلس فقہی سے مختصر خطاب کیا، جس میں پاکستان میں نفاذ شریعت اور اس کے ضمن میں بانی تنظیم اسلامی کی مساعی کا تذکرہ کیا۔ مغرب کی نماز سے کچھ پہلے امیر تنظیم اسلامی نے اختتامی دُعا کروائی۔ نماز مغرب کے بعد مفتی صاحب نے جامعہ کا دورہ کروایا۔ بعدازاں ہمیں بڑی محبت سے رخصت کیا۔ اِس کے بعد امیر تنظیم اسلامی شیخ القرآن والحدیث مولانا الطاف الرحمٰن بنوی صاحب سے طے شدہ ملاقات کے لئے جامعہ امداد العلوم مسجد درویش صدر تشریف لے گئے اور وہاں مولانا صاحب سے مختلف امور خاص طور پر مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب کی قیادت میں تحریک نفاذ اسلام کے احیاء کے حوالے سے گفتگو ہوئی۔ مولانا الطاف الرحمٰن کے ساتھ عشائیہ کے بعد امیر محترم صدر انجمن خدام القرآن خیبر پختونخوا ڈاکٹر محمد اقبال صافی صاحب کی رہائش گاہ پر تشریف لے گئے جہاں انہوں نے رات قیام کیا۔

اگلے روز 30 ستمبر کی صبح ناشتہ پر انجینئر یحییٰ سیٹھی سے ملاقات ہوئی۔ موصوف کینیڈا میں قیام کے دوران میں تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام حلقہ قرآنی میں شرکت کرتے رہے ہیں۔ انہوں نے امیر محترم کے ساتھ مختلف امور خصوصاً تعلیم کے حوالے سے تبادلہ خیال کیا۔ بعدازاں حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی کے منفرد رفیق سابقہ مدرس کلیۃ القرآن قاری یحییٰ اشرف عبدالغفار صاحب نے امیر محترم سے ملاقات کی۔ قاری صاحب نے مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور، انجمن پشاور اور حلقہ کے حوالے سے گفتگو کی۔ بعدازاں خیبر بازار پشاور میں واقع روز ہوٹل میں امیر محترم نے میڈیا کے نمائندوں سے ظہرانے پر ملاقات کی اور تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ اُن کے ساتھ گزارا۔ اس دوران انہوں نے صحافیوں کے مختلف سوالوں کے جوابات دیتے ہوئے تنظیم اسلامی کی فکر و منہج کو بیان کیا۔ اس ملاقات میں پرنٹ میڈیا سے روزنامہ مشرق، روزنامہ آئین اور روزنامہ ایکسپریس کے نمائندوں نے جبکہ الیکٹرانک میڈیا سے دنیا، Dawn اور جیو نیوز کے نمائندوں نے شرکت کی۔ پشاور پریس کلب کے صدر ناصر حسین نے امیر محترم کو پریس کلب میں Guest Hour پروگرام کی شرکت کی دعوت دی اور درخواست کی کہ جب بھی وہ پشاور آئیں، پہلے سے مطلع کر دیا جائے، تاکہ انہیں پروگرام Guest Hour میں باقاعدہ مدعو کیا جا سکے۔ گزشتہ دن کے دھماکے کے باوجود میڈیا کے نمائندوں نے امیر تنظیم اسلامی سے ملاقات کو کوریج دی۔ امیر محترم بعد نماز ظہر پشاور کے بھرپور دورہ کے بعد لاہور روانہ ہو گئے۔ (مرتب: محمد فاروق ثاقب)

تنظیم اسلامی حلقہ گوجرانوالہ ڈویژن کے زیر اہتمام دوروزہ تربیتی پروگرام

تنظیم اسلامی حلقہ گوجرانوالہ ڈویژن کے زیر اہتمام دوروزہ تربیتی پروگرام جامع مسجد نمرہ میں 21 اور 22 ستمبر کو ہوا۔ پروگرام کے لیے نائب ناظم اعلیٰ شمالی پاکستان خالد محمود عباسی کو خصوصی دعوت دی گئی تھی۔ اجتماع کا آغاز بعد نماز عصر ہوا۔ سب سے پہلے راقم نے تربیتی پروگرام کے حوالے سے مختصر گفتگو کی۔ بعدازاں نئے رفقاء کا تعارف کرایا گیا۔ نماز مغرب کے بعد جناب خالد محمود عباسی نے منہج انقلاب نبویؐ پر تفصیل سے گفتگو کی۔ بعد نماز عشاء سوال و جواب کی نشست ہوئی، جو تقریباً ایک گھنٹہ جاری رہنے کے بعد کھانے کے وقفے پر اختتام پذیر ہوئی۔ 22 ستمبر کو رفقاء اذان فجر سے تقریباً ایک گھنٹہ پہلے بیدار ہو گئے، اور اذان تک انفرادی عبادت میں مصروف رہے۔ بعد نماز فجر حافظ علی جنید نے ''ایمان بالآخرۃ'' کے موضوع پر سیر حاصل گفتگو کی، بعدازاں ناشتہ کے لیے وقفہ ہوا۔ ناشتہ کے بعد ''نویدِ خلافت'' کے موضوع پر عثمان بیگ کا بیان ہوا۔ انہوں نے خلافت کی فیوض و برکات تفصیل سے بیان کیں۔ امراء کا رفقاء کے ساتھ طرز عمل پر گفتگو بھائی عفان نے کی۔ تربیتی کورس کے اختتام پر آگاہی منکرات کے حوالے سے مظاہرہ کا اہتمام کیا گیا۔ قبل ازیں راقم نے مظاہرہ کے متعلق ہدایات دیں۔ یہ مظاہرہ جی ٹی روڈ پر جنرل بس سٹینڈ کے قرب و جوار میں ہوا۔ رفقاء ساڑھے گیارہ تا ساڑھے بارہ بجے بینرز، ٹی بورڈز اور جھنڈے تھامے روڈ پر کھڑے رہے۔ میڈیا کے نمائندوں نے مظاہرہ کی کوریج کی۔ اس پروگرام میں 125 رفقاء نے حصہ لیا۔

ناظم رابطہ جناب سرفراز احمد چیمہ نے اختتامی کلمات کہے۔ دعا کے ساتھ ہی یہ پروگرام اپنے اختتام کو پہنچا اور رفقاء اپنی اپنی منزل کی طرف روانہ ہوگئے۔ (مرتب: خادم حسین)

تنظیم اسلامی ایبٹ آباد کے زیر اہتمام ماہانہ درس قرآن

تنظیم اسلامی کے مرکزی نائب ناظم اعلیٰ برائے شمالی پاکستان خالد محمود عباسی نے 20 اکتوبر 2013ء کو پریس کلب ایبٹ آباد میں ماہانہ درس قرآن دیا۔ مدرس نے درس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سیرت کے اہم گوشوں اور اُن کی دعوت وعزیمت کے واقعات کو مختصراً بیان کیا۔ پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کے واقعے کو بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ ابراہیم علیہ السلام اور نبی آخرالزمان حضرت محمد ﷺ کی روشن زندگیاں قربانیوں سے عبارت ہیں۔ ہمیں بھی دین حق کے لیے ہر طرح کی قربانی کا عہد کرنا ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ انسان کو دیگر مخلوقات سے ممتاز کرنے والی شے اس کا نصب العین ہے۔ نظریہ انسان کو حیوان سے ممتاز کرتا ہے۔ اسلام ایک جہانی عقیدہ اور نظام زندگی ہے۔ زندگی کا کوئی پہلو اس نظریے سے باہر نہیں۔ اسلام جو نظریہ دیتا ہے اس کی جڑ بنیاد توحید ہے۔ توحید اللہ کی محبت کے جذبے کے تحت اس کی اطاعت کا تقاضا کرتا ہے۔ اسلام یہ کہتا ہے کہ انسان کی پوری زندگی اللہ کی بندگی کے دائرے میں ہو۔ دو عملی ودورنگی اللہ کو پسند نہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اسوہ یہ ہے کہ ہم ہر حال میں اللہ کے حکم پر چلیں، مشکل کے بعد آسانی آئے گی۔ اللہ کے دین کے غلبے کی جدوجہد کرنے والی سنت آج متروک ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اسے زندہ کیا جائے۔

(رپورٹ: شعبہ نشرواشاعت تنظیم اسلامی ایبٹ آباد)

غلبۂ اقامتِ دین کی جدوجہد کا حُدی خواں | تنظیم اسلامی کی انقلابی دعوت کا ترجمان

ماہنامہ میثاق لاہور

شمارہ نومبر 2013ء (محرم الحرام ۱۴۳۵ھ)

اجرائے ثانی: ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

مشمولات

پاک امریکہ تعلقات کا پس منظر — ایوب بیگ مرزا
نبی اکرم ﷺ کو حکم قتال اور اُس کی تین صورتیں — ڈاکٹر اسرار احمدؒ
خطاب بیادِ اقبال — حافظ عاکف سعید
دعوت وتبلیغ اور ہدایت واصلاح — سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ
حضرت صالح علیہ السلام اور قوم ثمود — عتیق الرحمن صدیقی
طالبان کا اسلام اور مہدی آخرالزماں — بلال خان

محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا ''بیان القرآن'' باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے!

☆ صفحات: 100 ☆ قیمت فی شمارہ: 25 روپے ☆ سالانہ زرتعاون (اندرون ملک) 250 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور

تنظیمی اطلاعات

ناظم حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی خورشید انجم کا از سرنو تقرر

امراء وناظمین حلقہ جات کے تقرر پر ہر تین سال بعد جائزہ ونظر ثانی کے نظام کے تحت حلقہ خیبر پختونخوا کے ارکان شوریٰ، نائب ناظم اعلیٰ اور ناظم اعلیٰ کی آراء کے پیش نظر امیر محترم نے مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقدہ 9 اکتوبر 2013ء میں مشورہ کے بعد موجودہ ناظم جناب خورشید انجم ہی کو آئندہ تین سال کے لیے حلقہ کا ناظم مقرر فرمایا۔

مقامی تنظیم ''بی بیوڑ'' میں ممتاز بخت کا بطور امیر تقرر

ناظم حلقہ مالاکنڈ کی جانب سے مقامی تنظیم ''بی بیوڑ'' میں تقرر امیر کے لیے موصولہ اُن کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 9 اکتوبر 2013ء میں مشورہ کے بعد جناب ممتاز بخت کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

مقامی تنظیم ''جار باجوڑ'' میں غازی گل کا بطور امیر تقرر

ناظم حلقہ مالاکنڈ کی جانب سے مقامی تنظیم ''جار باجوڑ'' میں تقرر امیر کے لیے موصولہ اُن کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 9 اکتوبر 2013ء میں مشورہ کے بعد جناب غازی گل کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

مقامی تنظیم ''گجرات'' میں حافظ علی جنید میر کا بطور امیر تقرر

ناظم حلقہ گوجرانوالہ کی جانب سے مقامی تنظیم ''گجرات'' میں تقرر امیر کے لیے موصولہ اُن کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 9 اکتوبر 2013ء میں مشورہ کے بعد حافظ علی جنید میر کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

مقامی تنظیم ''چک شہزاد'' میں محمد نواز خان کا بطور امیر تقرر

ناظم حلقہ اسلام آباد کی جانب سے مقامی تنظیم ''چک شہزاد'' میں تقرر امیر کے لیے موصولہ اُن کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 9 اکتوبر 2013ء میں مشورہ کے بعد جناب محمد نواز خان کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

مقامی تنظیم ''وہاڑی'' میں ڈاکٹر مظہر الاسلام کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ پنجاب جنوبی کی جانب سے مقامی تنظیم ''وہاڑی'' میں تقرر امیر کے لیے موصولہ اُن کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 9 اکتوبر 2013ء میں مشورہ کے بعد جناب ڈاکٹر مظہر الاسلام کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

مقامی تنظیم ''ماڈل ٹاؤن'' میں منعم اویس سلہری کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ لاہور غربی کی جانب سے مقامی تنظیم ''ماڈل ٹاؤن لاہور'' میں تقرر امیر کے لیے موصولہ اُن کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 9 اکتوبر 2013ء میں مشورہ کے بعد جناب منعم اویس سلہری کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

مقامی تنظیم ''سمن آباد'' میں پرویز اقبال کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ لاہور غربی کی جانب سے مقامی تنظیم ''سمن آباد لاہور'' میں تقرر امیر کے لیے موصولہ اُن کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 9 اکتوبر 2013ء میں مشورہ کے بعد جناب پرویز اقبال کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

مقامی تنظیم ''علامہ اقبال ٹاؤن'' میں عمر عبدالرزاق کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ لاہور غربی کی جانب سے مقامی تنظیم ''علامہ اقبال ٹاؤن لاہور'' میں تقرر امیر کے لیے موصولہ اُن کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 9 اکتوبر 2013ء میں مشورہ کے بعد جناب عمر عبدالرزاق کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

Imam Ghazali: Minhaj ul Abideen - Introduction – Part 1

Omer bin Ahsan

Imam Ghazali (RA) has had a profound impact in the understanding of Islamic theory epistemology /philosophy of knowledge due to his critical approach towards distinguishing all falsehood that has pervaded knowledge, overshadowing the truth, and now encroaches on the territory of Islamic knowledge or pretentiously wears an Islamic shroud, when in essence stands in for the rejection of Allah's Omnipotence. This sinister dominance of Intellect has served to deny Allah or at the least hijacked Allah's Deen towards a pseudo-practical religion that is reconcilable with the spirit of the age, emphasizing vigorously on 'humanism'. Ali (RA) said that Satan cannot create goodness but he can add evil into it. However, the subscribers of Intellect, in the development of the theory of knowledge or signifying how Revealed knowledge will be interpreted, have always subscribed to Ali's (RA) maxim that do not see who says it but what is said. The misuse of this assertion outside the realms of Islamic Tradition and Taqwa has allowed the subscribers of pseudo-Intellect to make ridiculous contentions in the domains of Ontology, Epistemology, Ethics and Interpretation of the Historical Islamic experience.

But this paper is not about the defeat of Mutazilites and nor is it about developing the Ghazalian critique and his vigor in the modern age to refute Modern/Post-Modern intellectuals and Islamic reformists. That debate is of a scholarly context, one that is best left for someone who has mastered Ghazalian critique and understands the depths of Modern/Post Modern philosophy, notwithstanding its significance in these times.

Interestingly Ghazali's (RA) work too has been hijacked by Modernist or Reformists who overemphasize Ghazali's (RA) final embrace of Tasawuff as the way forward for Muslims by limiting Islam's collective demands as outdated or absolutist. However, any Traditionalist scholar going through his works will easily recognize that Ghazali (RA) did not take the path of Spiritualism in the individualistic and vulgar manifestation that we witness today in the form of Shrine, Music and Drug culture, which in my view is no more than cloaking intellectual escapism with Sufism and has served only to malign the work of Taqwa and Shariah abiding Ahl e Tasawwuf.

Ghazali's books "Ihya ul Uloom ud Din (Revival of the Religious Sciences)" and "Minhaj ul Abideen (The Best Way of the Worshippers)" served to debunk pseudo-Intellect and sought to revive the Traditional scope of and the attitude towards religious knowledge. In developing this approach he successfully presented the tools for critically examining ideas alien to Islam and subsequently limit the possibility of knowledge within the boundaries of Islamic Tradition.

What is needed now by Islamic Traditionalists is an understanding of these principles and further develop these and other such tools from traditional sources to vindicate their viewpoint and contest Post-Modernism, apology in the name of Reformism, Secularism, Capitalism, Liberalism, Urban Cosmopolitanism and an essentially distorted Modernist version of Post Islamism. But the scope and ingestion of all this, is the work of the stalwarts in these fields and not for common consumption.

The crisis of the age is not just confined to who overpowers whom – Traditionalist or Reformist –, but the practical demonstration of 'there is no god' within our individual conscience and collective conscience, that the demigods of intellect and ego, the love of the immediacy of results, Satanic invitations, desires of the flesh, the rule of Capital and the servitude to 'freedom' shall all be rejected and abandoned absolutely and unconditionally in everything that are becoming the natural instincts and expectations of man.

It is only after the acceptance of limited human periphery – weakness and inability to provide any universal maxim – that he admits defeat in his own capacity to become a demigod and develops an attitude of recognizing the Ultimate Reality –

Allah – Who in His Infinite Mercy sends us His Guidance, The Quran in the heart of His Messenger Muhammad *(SAW)* for the complete guidance of mankind leaving no room for doubt.

In the present age, the free floating anxiety and perverse sense of conscience caused by globalization, the educational system and an unbridled media, makes an impact on our consciousness. An all-out concentration towards the World and the resultant attitude towards life produces a society that is structured on everything that posits itself against the submission to Allah whereas in that collective sphere we as Muslims are seeking submission or else forced to submit. This 'value conflict' in a society structured on the foundations of the consciousness of this world alone in comparison to an individual trying to position himself towards a better Hereafter creates a dilemma almost impossible to resolve. Moreover, the human spirit with its innate nature attracted to 'good', by default bound to the Obedience of Allah, finds itself in a state of conflict when he is trapped in a body politic and a society that is in constant rebellion against the Creator.

In this affliction, the Conception of Reality (Ontology) and Knowledge (Epistemology) derived thereof by both the individual and the collective consciences must both be allies in the constant appreciation that Allah is watching us and we will meet him in the Hereafter. Only then will this dilemma be contentedly and satisfactorily resolved. Overemphasis on one and abandoning the other was not the attitude of the Prophet (SAW) and His Foremost Companions (RA).

This practical demonstration, individually and collectively, along with the scholarly movement of the Ulema will create the impetus to overcoming the challenges of the present age and beyond. Without the purification of the self, preparing for the Hereafter and embracing a practical and emotional bond to this collective vision, we cannot realize any revolutionary dream for the revival of Islam. To make it simple, it has to penetrate the heart through the head and overwhelm it with the Fear of Allah and the Hope of His Help and Forgiveness.

In The series of seven essays to follow, this is a summarized presentation of Imam Ghazali's Minhaj ul Abideen in which the tools he has defined for benefitting a Soul battling against the afflictions and trials that come its way. The summary shall be explained in the context of present challenges in order to develop the awareness that the world will continue hurling new afflictions to deflect Muslims from their obligations and each time they must rearm themselves to resist them using the Traditional sources and methods of resisting evil.

When the individual is capable of recognizing and battling the affliction of his time, only then will the collective body (Hizb Allah) have the capacity to overpower the rebellion against Islam.

(To be continued in part2.....)

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ

"جامع مسجد الہدیٰ گلی نمبر 24-A پیپلز کالونی راولپنڈی کینٹ" میں

17 تا 23 نومبر 2013ء

(بروز اتوار نماز عصر تا بروز ہفتہ نماز ظہر)

مبتدی وملتزم تربیتی کورس

اور

"جامع مسجد الفرقان سیکٹر I-8 مرکز (اسلام آباد)" میں

22 تا 24 نومبر 2013ء

(بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

امراء ونقباء تربیتی ومشاورتی اجتماع

کا انعقاد ہو رہا ہے

زیادہ سے زیادہ رفقاء اور نقباء وامراء متعلقہ پروگرام میں شریک ہوں

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0333-5382262 0333-5567111

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت: (042)36316638-36366638 0332-4178275